عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

قیمت: ۱۰ روپے

جلد: ۳۳ | ۲۳ر رمضان تا ۱۰ر شوال ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۳ر جولائی تا ۷ر اگست ۲۰۱۴ء | شمارہ: ۲۸/۲۹

عید مبارک

احکامِ عید الفطر

حفاظتِ قرآن مجید

اسباب و ذرائع

شب قدر کے انوار و تجلیات

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

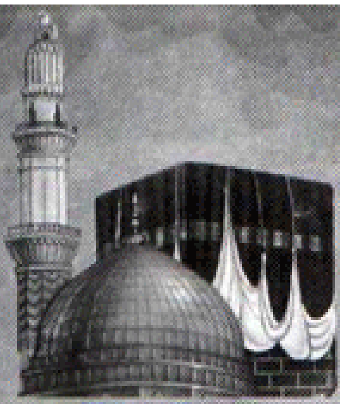

آپ کے مسائل

مولانا اعجاز مصطفیٰ

صدقۂ فطر کے مسائل

س:......کیا صدقۂ فطر عید کی نماز سے پہلے دینا ضروری ہے یا بعد میں بھی دیے جاسکتے ہیں؟

ج:......عید کے دن نماز کو جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کردینا بہتر ہے، اگر پہلے نہیں دیا تو بعد میں بھی ادا کرسکتا ہے، لیکن ادا کرنا ضروری ہے جب تک ادا نہیں کرے گا تب تک اس کے ذمہ واجب الادا رہے گا۔

س:......صدقۂ فطر کی مقدار کیا ہے؟

ج:......صدقۂ فطر ہر شخص کی طرف سے پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہے یا پھر اتنی قیمت کی کوئی اور چیز بھی دے سکتا ہے۔ نقد رقم دینا زیادہ بہتر ہے۔

س:...... پاکستان سے باہر ممالک میں رہنے والے لوگ اگر پاکستان میں صدقۂ فطر دینا چاہئیں تو کس طرح ادا کریں؟

ج:......غیر ممالک میں رہنے والے اگر پاکستان میں صدقۂ فطر ادا کرنا چاہیں تو اپنے ملکوں کے حساب سے پونے دو سیر گندم کی قیمت معلوم کرلیں، اسی حساب سے پاکستان رقم بھیج دیں۔

س:...... اگر کوئی شخص رمضان المبارک میں صدقۂ فطر ادا کرنا چاہے تو کیا ادا کرسکتا ہے؟

ج:...... صدقۂ فطر کا وجوب تو عید الفطر کے دن ہی ہوگا، لیکن اگر کوئی رمضان میں ادا کردے تو اس کا فطرانہ ادا ہوجائے گا، اگرچہ مستحب یہ ہے کہ عید کے دن عیدگاہ جانے سے پہلے ادا کرے۔

س:......صدقۂ فطر کس پر واجب ہے؟

ج:...... ہر شخص جو صاحبِ نصاب ہو اس پر اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ اگر نابالغ بچے صاحبِ نصاب ہوں ان کا اپنا مال موجود ہو تو اس میں سے بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔

س:......صدقۂ فطر کے وجوب کے لئے کس قدر نصاب ہونا ضروری ہے؟

ج:......جس شخص کے پاس اپنے استعمال اور ضروریات سے زائد اتنی چیزیں ہوں کہ اگر ان کی قیمت لگائی جائے تو ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کو پہنچ جائے تو یہ شخص صاحبِ نصاب کہلائے گا اور اس کے ذمہ صدقۂ فطر واجب ہوگا، اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی۔

س:...... نابالغ بچے اگر صاحبِ نصاب نہ ہوں یا صاحبِ نصاب ہوں مگر باپ نے ان کا صدقۂ فطر ادا نہ کیا ہو تو کیا یہ بچے بلوغ کے بعد اپنا صدقۂ فطر خود کریں گے یا نہیں؟

ج:...... صدقۂ فطر ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر واجب ہے، اگر نابالغ بچے کا باپ صاحبِ نصاب ہو تو اس کے ذمہ واجب ہے کہ اپنے نابالغ بچے کا صدقۂ فطر ادا کرے۔ اگر بچہ خود صاحبِ نصاب ہو اور اس کے والد نے اس کی طرف سے صدقۂ فطر ادا نہ کیا ہو تو بالغ ہونے کے بعد اس بچے کے ذمہ لازم ہے کہ وہ خود اپنا گزشتہ صدقۂ فطر ادا کرے۔

س:......کیا صدقۂ فطر کسی غیر مسلم عیسائی، یہودی وغیرہ کو جو کہ غریب لوگ ہوں دینا جائز ہے یا نہیں؟

ج:......صدقۂ فطر کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے، جس طرح زکوٰۃ کسی غیر مسلم کو دینا جائز نہیں اسی طرح صدقۂ فطر بھی کسی غیر مسلم کو نہیں دیا جاسکتا، بلکہ مسلمان مستحقین کو دینا ضروری ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ
مجلس

مجلسِ ادارت

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۳ — ۲۴ر رمضان تا ۱۰ر شوال ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۳ر جولائی تا ۷ر اگست ۲۰۱۴ء — شمارہ:۲۹،۲۸

سرپرست

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

یوجاپانی سے ماننڈسٹک کا سفر!	۴	محمد اعجاز مصطفی
حفاظت قرآن مجید...اسباب و ذرائع	۸	ڈاکٹر ساجد خاکوانی
احکام عید الفطر	۱۰	مفتی عبدالواحد قریشی، ٹیکساز امریکا
سیرت و تاریخ نگاری اور علمائے دیوبند (۲)	۱۲	مولانا عبدالرشید بستوی
ڈیجیٹل تصویر...دارالعلوم دیوبند کا موقف (۴)	۱۶	مفتی زین الاسلام قاسمی
ایک ہفتہ شیخ الہندؒ کے دیس میں (۱۷)	۱۹	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
مرزا قادیانی کے معارف شیطانیہ (۲)	۲۳	مولانا سید مرتضیٰ حسنؒ
شب قدر کے انوار و تجلیات	۲۷	مفتی عبدالواحد قریشی، ٹیکساز امریکا

اعلان

عید الفطر کی تعطیلات کے باعث شمارہ ۲۸، ۲۹ کو یکجا کیا جارہا ہے۔

قارئین و ایجنسی ہولڈرز حضرات نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

پوجابائی سے عائشہ تک کا سفر

(پوجابائی سے عائشہ کیسے بنی؟)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

گیارہ جون ۲۰۱۴ء بروز بدھ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے دن ایڈووکیٹ جناب منظور احمد میو صاحب کا فون آیا کہ عدالت میں ایک سابقہ ہندو بچی جس کا اسلامی نام عائشہ رکھا گیا ہے، اس کا کیس لگا ہوا ہے، آپ یہ بتائیے کہ اسلام قبول کرنے کے لیے عمر کی کوئی حد ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ کسی صحابیؓ کا نام بتادیجیے جس نے بچپن میں اسلام قبول کیا ہو۔ میں نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نام نامی اسم گرامی لیا کہ انہوں نے آٹھ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق اپنے ایمان لانے کو اپنے باپ سے مخفی رکھا۔ اور ایک یہودی بچہ جو حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار ہوا، آپ ﷺ اس کی عیادت کے لیے اس کے گھر تشریف لے گئے، اور اس کے سرہانے بیٹھے، وہ بچہ اس دنیوی زندگی میں چند لمحوں کا مہمان تھا، آپ ﷺ نے اس پر اسلام پیش کیا، بچے نے سوالیہ نظروں سے باپ کی طرف دیکھا، باپ نے اجازت دے دی، اور کہا: ’’اطع أبا القاسم ‘‘... ’’ابوالقاسم (ﷺ) کی بات مان لو‘‘۔ اس نے کلمہ پڑھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ’’الحمد للّٰہ الذی أنقذہ من النار ‘‘... ’’تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے اسے آگ سے نجات اور خلاصی عطا فرمائی‘‘۔ (صحیح بخاری، ج:۱، ص:۱۸۱)

اس کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے باپ سے پہلے بچپن میں اسلام قبول کیا، حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ جو اسلام قبول کرنے کے بعد مسجد حرام کے مؤذن بنائے گئے، انہوں نے بھی چھوٹی عمر میں اسلام قبول کیا، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی بچپن میں اسلام لائے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی آٹھ برس کی عمر میں اسلام لائے۔ اس کے علاوہ بھی کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو بچپن میں اسلام لائے۔ میں نے یہ چند نام ان کو بتلادیے، جو اس وقت میرے ذہن میں تھے، الحمدللہ! تین بجے کے قریب فون آیا کہ مبارک ہو، کیس کا فیصلہ نومسلمہ بچی عائشہ کے حق میں ہوا، الحمد للّٰہ علٰی نعمۃ الإسلام۔

جی میں آیا کہ سندھ ہائی کورٹ کے اس تاریخی فیصلہ کی روداد قارئین ہفت روزہ ’’ختم نبوت‘‘ تک بھی پہنچائی جائے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قانونی مشیر ایڈووکیٹ جناب منظور احمد میو صاحب نے جو کچھ اس کیس کے بارے میں لکھ کر دیا، اس کی تلخیص یہ ہے کہ:

۱۶ر جنوری ۲۰۱۴ء کو سانگھڑ سے ایک نامعلوم خاتون نے فون کیا کہ میں پوجابائی بات کررہی ہوں، میں پیدائشی ہندو ہوں، انٹر کی طالبہ ہوں، میں نے اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کیا ہے، میں اسلام قبول کرنا چاہتی ہوں، آپ میری قانونی مدد کریں۔ منظور صاحب نے اسے کچھ قانونی مشورے دیے۔ اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی دفتر کے ناظم اعلیٰ رانا محمد انور صاحب سے پوری صورت حال گوش گزار کی تو انہوں نے فرمایا کہ: ہماری جماعت قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے اس بچی کی اخلاقی وقانونی ہمہ قسم کی مدد کرنے کو تیار ہے، جس پر منظور احمد میو صاحب کو مزید حوصلہ ملا اور انہوں نے اس کیس کو شروع سے آخر تک اپنے ہاتھ میں رکھا، اس بچی نے سانگھڑ سے کراچی کا سفر اکیلے کیا اور سترہ جنوری ۲۰۱۴ء کو سٹی کورٹ مجسٹریٹ صاحب کی عدالت میں پیش ہوکر اجازت خودمختاری حاصل کی، جس میں تحریر تھا کہ:

> ’’میں قرآن پاک کے متعلق بہت عرصہ سے معلومات اور تعلیم حاصل کررہی ہوں اور اس کے متعلق رہنمائی اپنے ساتھی بچوں اور ان کے والدین سے جب بھی ملاقات ہوجاتی تھی، ملتی رہتی تھی۔ میں اسلامی لٹریچر بھی پڑھتی رہتی تھی۔ میں اپنے دل سے اور اپنی مرضی سے کلمہ پڑھنا چاہ رہی ہوں، مجھ پر کسی قسم کا کوئی دباؤ نہیں ہے‘‘۔

۱۸ر جنوری ۲۰۱۴ء کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کے دارالافتاء سے قبولیت اسلام کی سند حاصل کی اور اسلامی نام عائشہ رکھا۔

۲۰ رجنوری ۲۰۱۴ءکو عائشہ بی بی نے جناب منظور احمد منو ایڈووکیٹ صاحب کی وساطت سے ہائی کورٹ میں ایک درخواست داخل کی کہ آئین پاکستان ۱۹۷۳ءکی شق نمبر: ۲۰ اور ۱۵ کے تحت ہر پاکستانی کو مذہبی آزادی ہے، جیسا کہ لکھا ہے:

آرٹیکل:20 مذہبی آزادی اور مذہبی ادارے قائم کرنا:

”ہر شہری کا بنیادی حق ہے کہ کوئی بھی مذہب اختیار کرے اور مذہبی آزادی سے اپنے مذہب کی تعلیمات حاصل کرے اور اس کا پرچار کرے“۔

اس آرٹیکل کی تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ مذہبی آزادی ان کو حاصل ہے جو پاکستان کے آئین کی رو سے کسی نہ کسی مذہب میں داخل ہیں (البتہ ایک نام نہاد گروہ قادیانی، اس کی مستقل مذہبی حیثیت آئین پاکستان میں تسلیم نہیں ہے، اس لیے آئین انہیں اپنی مذہبی رسوم کی اجازت تو دیتا ہے، مگر پرچار کا حق نہیں ہے۔)

آرٹیکل نمبر:۱۵ میں ہے کہ ہر پاکستانی کو آزادی ہے کہ کہیں بھی جا کر رہے، پاکستان میں سفر کرے، رہائش اختیار کرے، وغیرہ۔

اس آئینی پٹیشن میں کہا گیا کہ درخواست گزار اسلامک ریپبلک آف پاکستان کی شہری ہے اور وہ ۲۶ رجون ۱۹۹۴ءکو ہندو خاندان میں پیدا ہوئی اور اس کے ثبوت کے طور پر اس نے اپنا پیدائشی سرٹیفکیٹ اور تعلیمی سرٹیفکیٹ پیش کیا، جس میں اس کی عمر ۲۰ سال کے قریب درج ہے اور اس نے ضلع سانگھڑ سے تعلیم حاصل کی۔ درخواست گزار نے یہ بھی لکھا کہ:

”میں اسلامی تعلیمات سے بہت زیادہ متاثر ہوئی ہوں اور میں نے مسلمان بچوں سے جو میرے پڑوسی اور اسکول میں پڑھتے تھے، ان سے قرآن پاک پڑھنا سیکھا اور میں نے اسلامی کتب اور اسلامی پروگرام.... دیکھ کر اسلام قبول کیا، جب میرے گھر والوں کو پتہ چلا کہ میں اسلامی تعلیمات میں دلچسپی لے رہی ہوں تو میری فیملی نے مجھے دھمکانا شروع کر دیا اور میرے بھائی نے اسلامی تعلیمات سیکھنے سے بالکل منع کر دیا اور میرے اوپر پابندی لگا دی کہ آپ کوئی اسکول و کالج نہیں جاؤ گی اور اسلامی تعلیمات و اسلامی باتوں پر عمل کرنے پر بھی پابندی لگا دی اور کہا کہ آپ ہندوازم کی تعلیم حاصل کرو۔ تو درخواست گزار عائشہ (پوجا) نے اپنے بھائی کو منع کر دیا اور کہا کہ میں اسلام کے علاوہ کوئی بات نہیں کروں گی، تو یہ باتیں اس کے بھائی دلیپ کمار نے ہندو پنچائیت کمیٹی کے چیئرمین کو بتائیں تو ہندو پنچائیت کمیٹی کے چیئرمین نے دھمکیاں دیں کہ اسلامی تعلیمات بند کرو۔ درخواست میں کہا گیا ہے کہ بلاوجہ کی پابندیاں لگائی گئیں ہیں۔ درخواست گزار نے کہا کہ میں جوان ہوں، آئین کے تحت مجھے مذہبی آزادی ہے کہ میں اپنی مرضی سے جو بھی مذہب اختیار کروں، مجھے آئین پاکستان کی شق: ۲۰ اور ۱۵ کے تحت آزادی ہے۔ میں اپنی مرضی سے ہندو سے مسلمان ہوئی ہوں اور میں اپنی مرضی، خواہش اور پسند سے ۱۶ رجنوری ۲۰۱۴ءکو ضلع سانگھڑ سے گھر چھوڑ کر کراچی آئی ہوں۔ مجھے کسی نے نہ دھمکایا ہے، نہ کسی طریقے سے مجھے کسی نے ورغلایا ہے۔ میں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے اپنی مرضی سے مجسٹریٹ کے سامنے اپنا بیان ریکارڈ کرایا ہے کہ اپنی مرضی، پسند اور خواہش سے اسلام قبول کر رہی ہوں اور میں نے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں جا کر اسلام قبول کر کے اس کی سند حاصل کی ہے اور اسلام قبول کرنے کی سند بھی اس درخواست کے ساتھ منسلک ہے۔ مجھے کسی نے بھی نہ اغوا کیا ہے، نہ ورغلایا ہے اور نہ ہی اسلام قبول کرنے کے لیے کسی نے دھمکیاں دی ہیں۔ میرے بھائیوں کو اسلام قبول کرنے کا پتہ چل گیا ہے، وہ مجھے ہماری ہندو پنچائیت کمیٹی کے کہنے پر قتل کر دیں گے اور میرے بھائی اور ہندو پنچائیت کمیٹی کے لوگ بہت زیادہ بااثر ہیں اور S.H.O سانگھڑ، D.S.P سانگھڑ، D.I.G میر پور خاص اور ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر سانگھڑ سب ان ہندو پنچائیت کمیٹی کے دباؤ میں میرے خلاف جھوٹے مقدمے رجسٹر کرا کر سانگھڑ لے جا کر قتل کر دیں گے، لہٰذا آئین پاکستان ۱۹۷۳ء کے آرٹیکل: ۲۰ اور ۱۵ کے تحت میرا حق ہے جو میں نے استعمال کیا ہے۔ میں نے کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا ہے، لہٰذا مجھے آئین پاکستان ۱۹۷۳ء کے تحت تحفظ فراہم کیا جائے اور مجھے اسلامی تعلیمات حاصل کرنے سے نہ روکا جائے، اور پولیس افسران کو منع کیا جائے کہ مجھے کسی بھی جھوٹے مقدمے میں گرفتار نہ کریں۔“

اس آئینی پٹیشن کے داخل ہونے کے بعد عدالت کی طرف سے تمام متعلقہ اداروں کو جب ۲۴ رجنوری ۲۰۱۴ءکو نوٹس جاری ہوئے تو ہندوؤں نے ایک ہندو ایم این اے کی وساطت سے پورے سندھ میں جا بجا پریس کانفرنس کرنا شروع کر دیں اور مقامی مسلمانوں پر الزام لگایا کہ انہوں نے زبردستی اس بچی کو اغوا کیا ہوا ہے۔ ان ہندوؤں کو جب ہائی کورٹ کی طرف سے نوٹس ملے تو انہوں نے نامی گرامی وکلا کی خدمات حاصل کیں اور ضلع سانگھڑ کے ایس ایچ او نے کورٹ میں کہا کہ یہ لڑکی اغوا ہوئی ہے، اس کو برآمد کرنا ہے، اس کے اغوا کی ایف آئی آر ۲۱ رجنوری ۲۰۱۴ءکو کٹوائی گئی ہے، اس لڑکی کو برآمد کر کے سانگھڑ لے کر جانا ہے۔

جس پر ایڈووکیٹ جناب منظور احمد منو صاحب نے کورٹ کو بتلایا کہ لڑکی نے اپنی مرضی سے ذاتی طور پر ہائی کورٹ میں پیش ہو کر پٹیشن داخل کی اور اس

نے کہا کہ: مجھے کسی نے اغوا نہیں کیا، میں اپنی مرضی سے آئی ہوں اور میں نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا ہے، یہ لوگ مجھے جان سے مار دیں گے۔ منظور صاحب نے کہا کہ: اگر بچی کا بیان لینا ہے تو مدرسہ جا کر پولیس اس کا بیان ریکارڈ کر سکتی ہے اور اس بیان کی روشنی میں مقدمہ کی تفتیش کی جائے۔ ہائی کورٹ نے پولیس کو آرڈر کیا کہ پولیس مدرسہ جا کر بچی کا بیان ریکارڈ کرے۔ پولیس نے بیان ریکارڈ کیا، بچی نے پولیس کو وہی بیان دیا جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے، پولیس نے بچی کے اس بیان کی روشنی میں ہندوؤں کی طرف سے دائر کردہ ایف آئی آر اور اس مقدمہ کو جھوٹا قرار دے کر اس کی رپورٹ ہائی کورٹ میں داخل کرادی۔

ہندوؤں کی طرف سے جھمت (jhamat) اور نریش کمار (naresh kumar)، وکیل پیش ہوئے اور کافی تعداد میں ہندو پنچائیت کمیٹی اور لڑکی کے والدین اور بھائی سب کورٹ میں آئے۔ ان کی طرف سے ہائی کورٹ میں اعتراض داخل کیے گئے کہ: ۱:...... یہ پٹیشن حیدرآباد میں فائل ہونی چاہیے تھی۔ ۲:...... پٹیشن داخل کرنے والی نابالغ ہے۔ ۳:...... اور کہا کہ لڑکی ۱۹۹۷ء میں پیدا ہوئی۔ ۴:...... جو سرٹیفکیٹ لڑکی نے کورٹ میں پیش کیے جس میں اس کی عمر ۲۰ سال لکھی ہوئی ہے، وہ سب ڈسٹرکٹ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ نے کینسل کر دیے ہیں، لہٰذا لڑکی کی عمر ۱۷ سال ہے، اس لیے اس کا کوئی بھی قانونی حق نہیں ہے۔ ۵:...... یونین کونسل سانگھڑ نے بھی پیدائشی سرٹیفکیٹ جو جاری کیا تھا، جس میں تاریخ پیدائش ۱۹۹۷ء درج ہے، وہ بھی کینسل کر دیا ہے۔ ۶:...... لڑکی پیدائشی ہندو ہے اور اسے اسلام کے بارے میں کچھ پتہ نہیں ہے اور وہ گیتا، ایمایان اور مابھارت کی تعلیم حاصل کرتی ہے۔ لڑکی نابالغ ہے، اس کو غیر قانونی مقاصد کے لیے اغوا کیا گیا اور اس کے ساتھ زنا کیا جا رہا ہے اور اس کی F.I.R سانگھڑ تھانے میں زیر دفعہ 361,364A,366 تعزیرات پاکستان کے تحت درج ہے اور لڑکی نے غیر اخلاقی اور خطرناک جرم کیا ہے اور اس مقدمے میں لڑکی سے زبردستی دستخط کروائے گئے ہیں۔ اسی طرح D.I.G میرپور خاص اور S.S.P سانگھڑ اور پولیس کی طرف سے جوابات داخل کیے گئے۔

۷رمئی ۲۰۱۴ء کو ہائی کورٹ کے جج نے حکم دیا کہ لڑکی کو کورٹ میں پیش کیا جائے، جس پر ایڈووکیٹ جناب منظور احمد منورا جپوت صاحب نے اعتراض کرتے ہوئے جرح کے دوران جج صاحب کو بتایا کہ لڑکی اکیلی کورٹ میں پٹیشن داخل کرنے آئی، جس وقت وہ کورٹ آئی تھی تو لواحقین کو معلوم نہ تھا کہ لڑکی اس وقت ہائی کورٹ کی عمارت میں موجود ہے، اس لیے اس وقت لڑکی کو کوئی خطرہ نہیں تھا، چونکہ لڑکی کے خاندان کو اور ہندو پنچائیت کمیٹی کے لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ لڑکی اب ہائی کورٹ میں آئے گی تو لڑکی کی جان کو انتہائی شدید خطرہ ہے، لڑکی کے بھائی اور ہندو پنچائیت و خاندان کے لوگ لڑکی پر قاتلانہ حملہ یا قتل یا اغوا وغیرہ کچھ بھی کر سکتے ہیں، اس لیے منظور احمد راجپوت صاحب نے یہ درخواست دی کہ لڑکی کو ۹رمئی ۲۰۱۴ء کو مدرسہ سے کمرۂ عدالت تک پولیس کی حفاظت اور اس کی نگرانی میں لایا جائے اور کورٹ اس سے خود معلومات حاصل کرے۔ جس پر ہائی کورٹ کے معزز جج صاحب نے آرڈر پاس کرتے ہوئے ایس ایچ او سائٹ تھانہ کو حکم دیا کہ پٹیشنر یعنی عائشہ کو مکمل تحفظ دیا جائے اور گیارہ مئی ۲۰۱۴ء کو عدالت میں پیش کیا جائے۔

گیارہ مئی ۲۰۱۴ء کو صبح نو بجے جناب جسٹس شہاب سرکی کی عدالت میں صبح ہی سے کورٹ روم میں عائشہ (پوجا) کے خاندان، ہندو پنچائیت اور دیگر ہندو تنظیموں کے لوگ اور اس کے دور دراز کے رشتہ دار بھی کمرۂ عدالت میں موجود تھے۔ نو بجنے کے چند منٹ بعد پولیس کے مکمل تحفظ کے ساتھ عائشہ کو کورٹ میں پیش کرنے کے لیے لایا گیا تو منظور احمد منورا جپوت ایڈووکیٹ صاحب نے عائشہ (پوجا) سے پوچھا کہ کوئی پریشانی تو نہیں؟ آپ آج یہاں سے پوجا بن کر جاؤ گی یا عائشہ ہی رہو گی؟ تو عائشہ کا پرسکون جواب تھا کہ:

’’الحمدللہ عائشہ ہوں اور اگر خدانخواستہ آج میرے خاندان والوں نے مجھے مار دیا تو میرا جنازہ اور میری آخری رسومات مسلمان عقیدے کے مطابق ادا کی جائیں‘‘۔

منظور احمد راجپوت ایڈووکیٹ صاحب لکھتے ہیں کہ میں عائشہ کے ان جملوں کی ادائیگی کے بعد انتہائی مطمئن اور پرمسرت تھا۔ ساڑھے نو بجے کے قریب مقدمے کی سماعت کے لیے جج صاحب نے حکم دیا، سماعت کے چند لمحے بعد معزز عدالت نے حکم دیا کہ یہ جو بچی کٹہرے میں میرے سامنے کھڑی ہے، اس سے کہو کہ اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں سے ملے، جس پر عائشہ نے اپنے خاندان کے لوگوں، عورتوں، بچوں اور ماں باپ سے کمرۂ عدالت میں ہی ملاقات کی۔

کیس کی سماعت کے دوران لڑکی کے بھائیوں کی طرف سے کچھ کاغذات کورٹ میں پیش کیے گئے، جس میں کہا گیا کہ پوجا کی عمر سترہ سال ہے، بیس سال نہیں ہے، اور وہاں کے ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آف سانگھڑ کا جاری کردہ ایک عدد لیٹر بھی کورٹ کے سامنے پیش کیا گیا، جس کی تحریر تھی کہ عائشہ کا پہلا والا سرٹیفکیٹ مسترد کر دیا گیا ہے، جس کے مطابق عائشہ کی عمر ۲۰ سال بنتی ہے، جبکہ اس کی اصل عمر ۱۷ سال ہے۔ اسی طرح پیدائشی سرٹیفکیٹ بھی سیکرٹری یونین کونسل سانگھڑ نے

کینسل کر دیا، لہٰذا بچی کی عمر پیش کردہ کاغذوں کے مطابق ۱۷ سال ہے، نابالغ بچہ اسلام قبول نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کا آئینی طور پر حق حاصل مجاز ہے۔

جس پر منظور احمد راجپوت صاحب نے اپنی باری پر دلائل پیش کرتے ہوئے معزز عدالت کو بتایا کہ آئین پاکستان کی ۱۹۷۳ء کی شق نمبر: ۲۰ کے تحت ہر پاکستانی کو آئینی طور پر کسی بھی مذہب کو قبول کرنا، اس کا پرچار کرنا، ہر پاکستانی کا آئینی حق ہے اور اس میں عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ حضرت علی ؓ نے آٹھ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور مدینہ منورہ میں ایک یہودی بچہ نے چھوٹی عمر میں اسلام قبول کیا، صحیح بخاری کا حوالہ پیش کیا، اس کے علاوہ کتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے بچپن میں اسلام قبول کیا۔ پاکستان کے ۱۹۷۳ء کے آئین میں لکھا ہے کہ قرآن وسنت کے متصادم کوئی قانون نہیں بنے گا۔ لہٰذا آئین کے مطابق عائشہ نے باہوش وحواس درست اسلام قبول کیا۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے مطابق عائشہ کا قانونی حق ہے کہ آئین پاکستان کی پاسداری کرتے ہوئے اس کی قانونی آزادی اور مذہبی آزادی کی حفاظت کی جائے۔

دو گھنٹے کی طویل بحث کے دوران عائشہ (پوجا) اپنے ماں باپ، بہن، بھائی اور دیگر اہل خانہ کے ساتھ بیٹھی رہی، عدالت نے حکم دیا کہ ایک گھنٹے کے بعد دوبارہ سماعت ہوگی۔

معزز جج صاحب کورٹ روم سے چیمبر میں چلے گئے۔ چیمبر میں جانے کے دس منٹ بعد جج صاحب نے عائشہ کو اکیلے اپنے چیمبر میں بلایا اور آدھے گھنٹے تک ملاقات کے بعد عائشہ چیمبر سے کورٹ روم میں واپس آگئی، جہاں اس کے والدین و دیگر رشتہ دار موجود تھے۔ عائشہ نے اپنے وکیل منظور احمد راجپوت ایڈووکیٹ صاحب کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ: مجھے پانی پلا دیجئے، تو اس کے لیے فوراً پانی کا بندوبست کیا گیا۔ اس دوران عائشہ کے ایک بھائی اور ماں نے کہا کہ ہم آپ کو جوس اور پانی پیش کر رہے ہیں، یہ پی لو، جس پر عائشہ نے کہا کہ: ''میں مسلمان ہوں اور مسلمان کے ہاتھ سے ہی پانی پیوں گی''، جس پر عائشہ کی ماں نے کافی واویلا کیا، جس پر کورٹ کے اہلکاروں اور پولیس نے تنبیہ کی کہ یہ کمرۂ عدالت ہے، اس کے تقدس کا خیال کیا جائے۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد معزز جج صاحب واپس کمرۂ عدالت میں آئے اور عدالتی کارروائی شروع ہوئی اور معزز عدالت نے حکم جاری کیا کہ:

''عمر کا تعین کرنا آئینی پٹیشن میں یا اس عدالت کے دائرہ اختیار میں نہیں۔ اور کہا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ۱۹۷۳ء کے آئین کے مطابق شق نمبر: ۲۰ کے تحت مذہبی آزادی ہر پاکستانی کا بنیادی حق ہے اور جو دستاویزات ہندو برادری کی طرف سے پیش کی گئی ہیں، یہ ایک ہندو ایم این اے کی طرف سے اپنے علاقے کے لوگوں پر دباؤ کی بنیاد پر تیار کی گئی ہیں، کیونکہ ان کا دباؤ مختلف اداروں پر ہوتا ہے، لہٰذا آرٹیکل: ۱۹۹ کی سب شق نمبر: ۲ کے تحت ان دستاویزات کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور یہ عائشہ کا بنیادی حق ہے، اس بات سے قطع نظر کہ عائشہ کی عمر ۱۷ سال ہے یا بیس سال ہے، یہ اس کا آئینی اور بنیادی حق ہے۔

اور معزز جج صاحب نے اپنے فیصلے میں یہ بھی لکھا کہ لڑکی کو میں نے چیمبر میں بلایا، اس سے مختلف سوالات کیے کہ کیا آپ واپس اپنے خاندان میں جانا چاہتی ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے بغیر کسی دباؤ کے اسلام قبول کیا ہے، اور جج صاحب نے اپنے ریمارکس میں لکھا ہے کہ میں نے عائشہ سے بہت سارے اسلام کے متعلق سوالات کیے تو عائشہ نے تمام اسلامی سوالوں کے جواب اعتماد کے ساتھ اور درست دیئے اور کہا کہ میں اپنی خوشی سے جامعہ بنوریہ مدرسہ میں بڑے سکون سے دین اسلام کی تعلیم حاصل کر رہی ہوں، جہاں اور بہت ساری بچیاں بھی دین کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں اور جج صاحب نے کہا کہ ہم آپ کو اگر کچھ دنوں کے لیے دارالامان بھیج دیں تو جواب میں عائشہ نے کہا: میں اسلامی تعلیم حاصل کر رہی ہوں، اور اسلامی طریقے سے رہ رہی ہوں اور اپنی زندگی بلاخوف وخطر گزار رہی ہوں، لہٰذا جج صاحب نے اپنے حکم میں لکھا کہ لڑکی نے اسلام اپنی مرضی سے بغیر کسی دباؤ کے قبول کیا ہے اور وہ کہتی ہے کہ میں دوبارہ اپنے والدین کے ساتھ ان کے گھر نہیں جانا چاہتی اور مدرسے میں ہی رہوں گی۔

جج صاحب نے اپنے حکم میں مزید تحریر کیا کہ: ''عائشہ مدرسے میں ہی تعلیم حاصل کرے گی اور پاکستان میں موجود تمام محکمے عائشہ کو تحفظ فراہم کرنے کے پابند ہوں گے، کوئی عائشہ کو اسلام قبول کرنے کے بارے میں ہراساں نہیں کرے گا۔''

اور عائشہ کی ماں کو کہا گیا کہ آپ جب بھی چاہیں عائشہ سے ملاقات کے لیے مدرسہ میں جا سکتی ہیں۔ مدرسے میں کوئی بھی شخص عائشہ کو مار پیٹ اور بدتمیزی سے پیش نہیں آئے گا۔ عائشہ کے خاندان والوں کی طرف سے اگر کوئی ایسا وقوعہ ہوا تو اس کے خلاف عدالت سخت قانونی کارروائی کرے گی۔ مقدمے کا فیصلہ عائشہ (جن کا سابقہ نام پوجا بائی تھا) کے حق میں تحریر کیا گیا، عائشہ کو واپس جامعہ بنوریہ سائٹ پولیس کے تحفظ کے ساتھ روانہ کر دیا گیا۔ الحمدللہ!

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

حفاظت قرآن مجید... اسباب وذرائع

ڈاکٹر ساجد خاکوانی

ایک حدیث نبوی کے مطابق اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے کم وبیش تین سو تیرہ آسمانی کتب نازل کی ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ گزشتہ آسمانی کتب وقت کے ساتھ ساتھ اپنی اصلیت کھو بیٹھیں اور ناقابل اعتبار ہوگئیں۔ کچھ کتب ویسے ہی زمانے کی دست برد کا شکار ہوکر قصۂ پارینہ بن گئیں، آج گزشتہ کتب میں کہیں کہیں ان کے صرف نام ہی ملتے ہیں، عملاً ان کا وجود اس دنیا سے عنقا ہو چکا ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان پر کوئی کتاب نازل ہوئی تھی یا صحف ابراہیم علیہ السلام وغیرہ۔ کچھ کتب کی زبان اس دنیا سے نابود ہوگئی، آج کوئی اس زبان کا بولنے والا اور سمجھنے والا نہیں ہے۔ وہ کتب یا ان کے متون کہیں کہیں ملتے تو ضرور ہیں لیکن بہت تحقیق اور جستجو کے بعد بھی سمجھ میں آنے والی بات کی حیثیت ظن وتخمین اور قیاس وگمان اور اندازوں کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔ ان کی مثال ہندوؤں، بدھوں اور چین وجاپان کے قدیم مذاہب کی کتب ہیں، جو آسمانی کتب آج کچھ اہل مذاہب کے ہاں موجود بھی ہیں تو وہ اپنے آغاز سے آج تک تاریخی تواتر سے محروم ہیں۔

کچھ آسمانی کتب کو ان کے ماننے والوں نے اگرچہ سنبھال کر احتیاط سے رکھا لیکن ان کی اصلیت بھی اس لئے مشکوک ہے کہ آج سینکڑوں سال گزرنے کے بعد وہ ترجمہ در ترجمہ ہوکر اگلی سے اگلی نسلوں کو منتقل ہوتی رہیں اور آج ان کا ماسٹر ٹیکسٹ جس زبان میں موجود ہے، یہ قطعاً بھی وہ زبان نہیں، جس میں مذکورہ کتب کا نزول ہوا تھا، ترجمہ کتنی ہی احتیاط سے کیا جائے اور کتنے ہی ماہر مترجم اس کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کریں تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ اصلیت بہرحال باقی نہیں رہتی اور متن کا مافی الضمیر شاید منتقل ہوجائے لیکن اس کی روح بالکل ہی ماری جاتی ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ گزشتہ آسمانی کتب سچی تھیں اور سچے نبیوں پر نازل ہوئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پابند کیا ہے کہ ہم ان کی حقانیت کو اپنے ایمان کا حصہ بنائیں کہ اس کے بغیر دائرہ اسلام میں داخلہ ممکن نہیں، لیکن ان کتب کی موجودہ اصلیت کے پیش نظر ان پر عمل کرنا منسوخ کردیا گیا ہے اور ماضی میں بھی یہ اللہ تعالیٰ کی سنت رہی ہے کہ نئی کتاب اور نئی شریعت نازل ہونے کے بعد گزشتہ شرائع اور گزشتہ کتب منسوخ کردی جاتی تھیں۔ تاہم یہ مثالیں ضرور میسر ہیں کہ گزشتہ تعلیمات واحکامات کا جو حصہ بار الٰہ نے چاہا اگلی شریعت میں باقی رکھا اور اس کے کئی شواہد ونظائر آخری شریعت میں بھی موجود ہیں، جس کی واضح مثال قانون رجم ہے جو دراصل توریت میں نازل ہوا تھا اور آخری نبی علیہ السلام نے اسے باقی رکھا۔ دنیا سے جب آسمانی کتب کی اصلیت جاتی رہی اور صدیاں بیت چکنے کے بعد روشنی ورہنمائی اور رشد وہدایت کا کوئی نسخہ قابل اعتماد نہ رہا تو آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی آخری کتاب قرآن مجید فرقان حمید نازل فرمائی اور انسانوں کے گزشتہ رویے کے پیش نظر اس بار اپنی کتاب کی حفاظت کا ذمہ خود لیا اور وقت نزول قرآن سے آج اس دن تک حفاظت کتاب اللہ کے جو انتظامات نظر آتے ہیں، انہیں دیکھ کر یقین ہوتا ہے کہ یہ خدائی انتظامات ہی ہیں، کوئی انسان، ادارہ، گروہ یا بہت بڑی حکومت بھی صدیوں کے تسلسل اور تواتر کے ساتھ کئے گئے ان انتظامات سے مکمل طور پر عاری اور بے بس ہے۔

> یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ اس کتاب کی زبان ڈیڑھ ہزار سال گزر جانے کے باوجود آج بھی عرب کے صحراؤں، گاؤں، گلی محلوں، بازاروں اور بدوی قبائل میں اسی طرح بولی، سمجھی اور سکھلائی جاتی ہے۔ اس کتاب کے محاورے تراکیب اور اس کا اسلوب بیان آج بھی زندہ وتابندہ ہے اور تا قیامت اسی طرح رہے گا

نزول قرآن مجید کے وقت لکھنے پڑھنے کا رواج ہی نہیں تھا، مکہ جیسے قلب عرب میں کل سترہ افراد پڑھے لکھے تھے، تحریر کا فن اتنا ناقص تھا کہ غیر عرب کے لئے عربی تحریر کا پڑھنا تقریباً ناممکن تھا۔ اعراب، ڈانڈے حروف کی گولائیاں اور نقطے بہت بعد کی اختراع ہیں۔ جہاں فن تحریر کی یہ صورت حال ہو وہاں تحریر کے سامان کی فراہمی کتنی مشکل ہوگی؟ اس کا اندازہ آسانی سے کیا جاسکتا ہے، اس

سے بڑی اور کیا بات ہوگی کہ خود صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے لیکن اس سب کے باوجود قرآن کی ایک ایک آیت کی املا دینا، اسے ضبط تحریر میں لانا، پرانے کپڑوں، کھجور کی چھال، جانور کا چمڑا، لکڑی، پتھر اور اونٹ کی شانے کی ہڈی جیسی بکھری ہوئی چیزوں پر قرآن مجید کو پوری آفاقی ترتیب کے ساتھ ایک ایک سورۃ اور ایک ایک آیت کو تسبیح کے دانوں کی طرح ایک نظم کے ساتھ پرو دینا ایسا خدائی انتظام ہے کہ جس کی مثال اس زمین کے سینے پر اس نیلی چھت کے نیچے میسر ہی نہیں۔ حفظ قرآن مجید وہ اعزاز ہے جو صرف اسی کتاب کے ساتھ مخصوص ہے۔ آٹھ نو یا دس سال کا بچہ یا بچی مدرسے میں جاتے ہیں اور دو تین سال میں من وعن ساری کتاب سینے میں اتار آتے ہیں۔ یہ حفظ اس شان کے ساتھ کرایا جاتا ہے کہ ایک ایک حرف ایک ایک اعراب اور تلفظ کی چھوٹی سے چھوٹی غلطی کا بھی امکان نہ رہے۔ نزول قرآن سے آج تک امت پر دور زوال ہو یا دور عروج، شاہی ہو یا جمہوریت، تاریخ کا کوئی دور ہو یا جغرافیہ کا کوئی خطہ ہو اور کوئی مسلک و مکتب فکر ہو، حفظ قرآن کو کبھی زوال نہیں آیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی حفاظت کے لئے اسے ایسی زبان میں نازل کیا ہے جو قیامت تک زندہ رہے گی۔ اس دنیا میں کسی زبان کی عمر ساٹھ سال سے زائد نہیں ہوتی، پھر اس کے قواعد، اس کا تلفظ اور اس کے شعائر بدل جاتے ہیں۔ بعض اوقات ایک ہی وقت میں شہر میں بولی جانے والی زبان اور دیہات میں بولی جانے والی زبان میں بہت تفاوت ہوتا ہے۔ یہ معاملہ دنیا کی سب سو فیصد زبانوں کے ساتھ ہے۔ یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ اس کتاب کی زبان ڈیڑھ ہزار سال گزر جانے کے باوجود آج بھی عرب کے صحراؤں، گاؤں، گلی محلوں، بازاروں اور بدوی قبائل میں اسی طرح بولی، سمجھی اور سکھلائی جاتی ہے۔ اس کتاب کے محاورے تراکیب اور اس کا اسلوب بیان آج بھی زندہ و تابندہ ہے اور تا قیامت اسی طرح رہے گا۔ قرآن مجید کی حفاظت کا ایک انتظام یہ بھی ہے کہ یہ صدیوں سے پوری دنیا کے اندر سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ اس کو محمد مارماڈوک پکتھال جیسے لوگ بھی پڑھتے ہیں جنہوں نے صرف قرآن کی زبان سمجھنے کے لئے جرمنی جیسے ٹھنڈے ملک سے آ کر عرب کے تپتے ہوئے صحراؤں اور ریگستانوں میں اپنی عمر عزیز کے بیس سال گزارے اور پھر انگریزی میں ترجمہ کیا۔ صدیوں سے بہترین انسانی دماغ اس کتاب پر قلم اٹھاتے ہیں اور حیرت ہے کہ یہ کتاب اپنے راز اگلتی جا رہی ہے۔

ہمارے جیسے طالب علم بھی اس کتاب سے فیضیاب ہوتے ہیں اور وہ لوگ بھی اس کتاب کو پڑھتے ہیں جن کی کل تعلیم ہی یہی کتاب ہوتی ہے۔ آج بھی دور دراز دیہات اور شہروں میں بھی بڑی بوڑھیاں صرف اس کتاب کی تلاوت جانتی ہیں، انہیں ایک لفظ کا مطلب نہیں آتا اور پھر بھی ساری عمر اپنے سامنے کئی بچیوں اور بچوں کو بٹھا کر قرآن پڑھاتی ہیں اور اگرچہ وہ حافظ نہیں ہوتیں، لیکن دس دس بچے بھی پڑھ رہے ہوں اور وہ خود سبزی کاٹ رہی ہوں تو ان میں سے ایک بچہ بھی معمولی غلطی کرے گا تو فوراً اس کی اصلاح کرتی ہیں اور کتنی حیرانی کی بات ہے کہ وہ لوگ بھی اس قرآن کو پڑھتے ہیں جو پڑھنا ہی نہیں جانتے۔ جاہل اور ان پڑھ لوگ بھی فجر کی نماز کے بعد قرآن کو چومتے ہوئے کھولتے ہیں، اس کے اوراق پر لکھی تحریر کو نہایت ادب اور احترام سے چھوتے ہیں، اس کی ایک ایک سطر پر اس یقین اور ایمان کے ساتھ انگلی رکھتے ہیں کہ یہ سچ اور حق ہے اور بوسہ دیتے ہوئے قرآن مجید کو غلاف میں لپیٹ دیتے ہیں اور جہاں رکھتے ہیں پھر اس طرف پشت نہیں کرتے۔

اس کتاب کی حفاظت کا ایک اور خداوندی اہتمام یہ ہے کہ یہ صدیوں سے پوری دنیا میں سب سے زیادہ سنی جانے والی کتاب ہے، کتنے ہی لوگ لاکھوں روپے خرچ کر کے ہزاروں میل کی مسافت طے کرتے ہیں کہ عمرہ میں حرمین شریفین میں جا کر تراویح میں قرآن سنیں۔ کسی کو کوئی گانا بہت پسند ہو، کسی کو غزل بہت اچھی لگتی ہو یا کوئی اور ڈراما فلم دل کو بہت بھائے وہ کتنی دفعہ سنتا یا دیکھتا ہے دو چار دفعہ بس، پھر اکتا کر بٹن بند کر دیتا ہے لیکن یہ قرآن آخر چند صفحوں کی ایک کتاب ہی ہے، جسے صدیوں سے اور نسلوں سے انسانیت سنتی ہی چلی آ رہی ہے، پڑھتی ہی چلی آ رہی ہے اور کبھی کسی نے نہیں کہا کہ بس کرو اب مجھے اکتاہٹ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے صرف امت مسلمہ کے لئے ہی نہیں بلکہ کل انسانیت کے لئے اتارا ہے۔

یہ کتاب قیامت تک زندہ و تابندہ رہے گی، اس میں موجود خدائی رازوں کے مطابق آسمانی فیصلے نافذ ہوں گے، اسی میں بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق اس کرۂ ارض پر قوموں کے مستقبل کا تعین ہوگا یہ کتاب عزیز افراد سے اقوام تک اور دنیائے آخرت تک کامیابیوں اور ناکامیوں کے جو معیار مقرر کرے گی وہ حتمی ہوں گے اور یہ کتاب شروع میں شریعت تھی جب کہ آخر میں حقیقت بن جائے گی۔ قیامت تک اس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے، کسی تغیر کا امکان نہیں اور تحریف کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ منصب نبوت اگرچہ ختم ہوگیا لیکن کار نبوت جو اس کتاب کا مرہون منت ہے اسے حاملین قرآن تا قیامت جاری رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنا صلہ خوب خوب پائیں گے۔

(روزنامہ اسلام کراچی، ۲۶ رجون ۲۰۱۴ء)

احکامِ عیدالفطر

مفتی عبدالواحد، دارالعلوم ٹیکساز امریکا

عید کی رات کی فضیلت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص عیدین کی راتوں کو ثواب کی نیت سے جاگ کے عبادت کرے، اس کا دل اس دن بھی مردہ نہیں ہوگا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہوجائیں گے۔'' (سنن ابن ماجہ، ج:۱، ص:۵۶۷، شعب الایمان للبیہقی، ج:۳، ص:۳۴۱)

عید کے دن کی فضیلت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب عیدالفطر کا دن ہوتا ہے تو ملائکہ گلیوں کے کناروں پر کھڑے ہوتے ہیں اور ندا دیتے ہیں:

''اے مسلمانو! اس رب کریم کی طرف چلو جو بہت خیر کی توفیق دیتا ہے، پھر اس پر خوب ثواب دیتا ہے، اے بندو! تمہیں رات کی تراویح کا حکم دیا گیا، تم نے تراویح کو پڑھا، تمہیں دن کے روزوں کا حکم دیا گیا، تم نے روزے رکھے اور تم نے اپنے رب کی اطاعت کی۔ لہٰذا (آج) تم اپنے انعامات لے لو، پھر جب لوگ نماز سے فارغ ہوجاتے ہیں تو ایک منادی ندا دیتا ہے، تمہارے رب نے تمہاری مغفرت کردی ہے، اپنے گھروں کی طرف ہدایت لے کر لوٹ جاؤ۔'' (الترغیب والترہیب بمعجم کبیر، ج:۲، ص:۲۲۶)

عید کے دن کیا کرنا چاہئے:

(۱) مسواک کرنا۔ (۲) بال و ناخن وغیرہ صاف کرنا۔ (۳) غسل کرنا۔ (۴) خوشبو لگانا۔ (۵) اپنے پاس جو کپڑے موجود ہوں، ان میں سے جو اچھے اور خوبصورت ہوں وہ پہننا۔ (۶) نماز عید الفطر کے لئے آنے سے پہلے کوئی چیز کھانا۔ (۷) کھجور یا کوئی میٹھی چیز جو میسر ہو، اس کا کھانا افضل ہے۔ (۸) نماز عید سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا (جس پر واجب ہو)۔ (۹) عیدگاہ پیدل جانا مستحب ہے (عیدگاہ زیادہ دور ہو تو سواری پر آنے میں بھی مضائقہ نہیں) واپسی پر پیدل آنا مستحب نہیں سوار ہونے کی بھی گنجائش ہے۔ (۱۰) نماز عیدالفطر کے لئے جاتے ہوئے تکبیرات بلند آواز سے نہیں پڑھنی چاہئیں، آہستہ پڑھی جاسکتی ہیں۔ (۱۱) نماز عید کے لئے جلدی گھر سے چلنا (امام وخطیب اس سے مستثنیٰ ہیں ان کو بروقت پہنچنا چاہئے)۔ (۱۲) نماز فجر کے بعد عید تک کسی قسم کے نفل نہیں پڑھنے چاہئیں نہ عیدگاہ میں اور نہ عیدگاہ کے علاوہ کسی اور جگہ میں، البتہ نماز عید کے بعد ظہر کے وقت تک عیدگاہ کے علاوہ کسی اور جگہ پڑھے جاسکتے ہیں۔ (۱۳) راستہ بدل کر عیدگاہ سے واپس جانا۔ (۱۴) ملنے والوں کے سامنے بشاشت اور خوشی کا اظہار کرنا۔ (۱۵) احباب سے ملاقات کرنا۔ (۱۶) ملنے والوں کو مبارک باد دینے میں بھی مضائقہ نہیں۔ (۱۷) عمامہ اور جبہ وغیرہ ہو تو پہننا۔ (۱۸) اپنی ہمت کے مطابق عام دنوں سے زیادہ صدقہ وخیرات کرنا، غرباء کی دل جوئی کرنا اور ان کو خوشی میں شریک رکھنا۔ (۱۹) بچوں کی تحسین وتزئین کرنا، لیکن اس مقصد کے لئے ناجائز طریقہ اختیار کرنا یا اسراف وفضول خرچی جائز نہیں۔ (یہ آداب مستحبات شامی، ص:۸۶۱، ج:۲، المجموع شرح المہذب، ص:۴۲۳، ج:۵ سے لئے گئے ہیں)

عید کے موقع پر کن کاموں سے بچنا چاہئے:

۱:... عموماً عید کی رات جس کی فضیلت پہلے بیان ہوچکی ہے، فضول لغویات بلکہ گناہوں میں برباد ہوجاتی ہے، بازاروں میں گھوم کر رات گزار دی جاتی ہے، جہاں بے پردگی، لغویات اور گانے بجانے کا سیلاب ہوتا ہے۔ اس رات میں نیک کام کرنے چاہئیں یا کم از کم گناہوں سے بچنا تو بہت ضروری ہے۔ عشاء اور فجر کی جماعت کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔

۲:... عید کارڈ بھی کئی قباحتوں اور برائیوں کا مجموعہ ہے، اس سے بھی بچنا چاہئے۔ مثلاً:

☆ اسراف وفضول خرچی۔

☆ بہت سے کارڈوں پر جاندار کی تصاویر ہوتی ہیں جو حرام ہیں۔

☆ نامحرم عورتوں کی فحش تصاویر ہوتی ہیں۔

☆ بعض پر بسم اللہ یا آیات قرآنی جو لکھی ہوتی ہیں، وصول ہونے کے بعد ان کا احترام نہیں کیا جاتا۔

ان جیسی برائیوں کی وجہ سے عید کارڈ بھیجنے کا سلسلہ بند ہونا چاہئے۔

۳:... عید کی تیاری میں رمضان المبارک کے قیمتی لمحات ضائع ہونے سے بچائے جائیں۔

۴:... عید کی تیاری کی دوڑ میں شریک ہونے کے لئے اپنی ہمت سے زیادہ روپیہ خرچ کرنا۔

نماز عید

نماز عید کا وقت:

سورج طلوع ہونے کے تقریباً پندرہ منٹ بعد سے زوال (یعنی ظہر کا وقت شروع ہونے تک) نماز عید

کا وقت ہے۔ اس دوران کسی وقت بھی نماز عید ادا کی جاسکتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ عید الاضحیٰ کی نماز جلدی پڑھی جائے اور عید الفطر کی نماز میں قدرے دیر کرنا بہتر ہے۔

نماز عید کی جگہ:

سنت یہ ہے کہ نماز عید کھلے میدان میں ادا کی جائے۔ مسجد میں ادا کرنے سے ادا ہو جاتی ہے، البتہ بارش وغیرہ کا عذر ہو تو مسجد میں ہی پڑھ لی جائے۔

نماز عید کا طریقہ:

پہلے یوں نیت کرے: ''دو رکعت واجب نماز عید الفطر چھ واجب تکبیرات کے ساتھ پڑھنے لگا ہوں'' عید کی نماز کا طریقہ عام نماز کی طرح ہی ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ پہلی رکعت میں ثنا (سبحنک اللھم ... الخ) پڑھ کر تین بار اللہ اکبر کہے اور ہر بار کانوں تک ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہتا ہوا لٹکا دے، البتہ تیسری بار نہ لٹکائے بلکہ باندھ لے اور امام کو چاہئے کہ ہر دفعہ اللہ اکبر کہنے کے بعد کم از کم اتنی دیر ٹھہرے جتنی دیر تین بار سبحان اللہ کہنے میں لگتی ہے۔ مجمع زیادہ ہونے کی صورت میں ضرورت ہو تو اس سے زیادہ بھی وقفہ کیا جاسکتا ہے۔ پہلی رکعت میں تین بار اللہ اکبر کہنے کے بعد ''اعوذ باللہ، بسم اللہ'' پڑھ کر حسب قاعدہ قرأت کرے، دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے اسی طرح تین بار اللہ اکبر کہے جیسے پہلی رکعت میں کہا تھا، تین مرتبہ کے بعد چوتھی تکبیر کہتا ہوا رکوع میں جائے۔

نماز عید میں شرکت کا طریقہ:

نماز عید کے درمیان میں امام کے ساتھ شریک ہونے کی کئی صورتیں ہیں اور ہر صورت میں طریقہ الگ ہے، یہاں ہر صورت کا الگ الگ طریقہ لکھا جاتا ہے۔

ا:... پہلی رکعت میں اس وقت ملا جبکہ امام تکبیرات کہہ چکا تھا، لیکن ابھی رکوع میں نہیں گیا تھا تو نیت باندھنے کے فوراً بعد تین تکبیرات کہہ لے اگرچہ امام قرأت کر رہا ہو۔

۲:... پہلی رکعت میں اس وقت پہنچا جبکہ امام رکوع میں تھا تو اگر غالب گمان ہو کہ میں تین تکبیرات کہہ کر رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہو جاؤں گا تو نیت باندھ کر کھڑا ہونے کی حالت میں تکبیرات کہہ کر رکوع میں جائے اور اگر خطرہ ہو کہ کھڑا ہو کر تکبیرات کہنے لگ گیا تو رکوع نہیں ملے گا تو نیت باندھ کر سیدھا رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں بجائے سبحان ربی العظیم کے تکبیرات پڑھ لے اور تکبیرات کہتا ہوا ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر اس کے تین تکبیرات کہنے سے پہلے امام رکوع سے اٹھ جائے تو اس کو بھی کھڑا ہو جانا چاہئے جو تکبیریں رہ گئی ہیں وہ معاف ہیں۔

۳:... پہلی رکعت میں اس وقت ملا جبکہ امام رکوع سے سر اٹھا چکا تھا تو اس کی پہلی رکعت رہ گئی، بعد میں پڑھنی ہوگی۔ اس لئے اب پہلی رکعت کی تکبیرات کہنے کی ضرورت نہیں، امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب پہلی رکعت پوری کرے گا تو اس میں تکبیرات کہی جائیں گی۔

پہلی رکعت امام کے بعد پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر ثنا اعوذ باللہ، بسم اللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھے اور سورۃ ملائے، اس کے بعد تین تکبیرات کہے اور ہر بار ہاتھ کانوں تک اٹھا کر لٹکا دے، پھر چوتھی تکبیر کہتا ہوا رکوع میں جائے اور باقی رکعت عام نماز کی طرح پوری کرے۔

۴:... دوسری رکعت میں امام کے تکبیرات کہنے کے بعد پہنچا تو ویسے ہی کرے، جیسے پہلی رکعت کے بارے میں لکھا گیا ہے، یعنی کھڑے ہو کر تکبیرات کہہ کر رکوع میں مل سکتا ہو تو کھڑا ہو کر کہے، ورنہ رکوع میں کہے اس کی دوسری رکعت تو ہوگئی پہلی رکعت نمبر ۳ میں لکھے گئے طریقہ کے مطابق امام کے سلام پھیرنے کے بعد پڑھے۔

۵:... دوسری رکعت کے رکوع کے بعد پہنچا تو امام کے ساتھ ۔ رکعت پوری کر کے امام کے سلام کے بعد دونوں رکعتیں پڑھے۔ ان دو رکعتوں کے پڑھنے کا طریقہ وہی ہے جو نماز عید کا طریقہ ہے۔ یعنی پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے تکبیرات کہے اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے کہے۔

جو عید کی جماعت ہو جانے کے بعد پہنچا وہ کیا کرے؟:

اگر کوئی شخص ایسے وقت عید گاہ پہنچا جبکہ نماز عید کا سلام پھیرا جاچکا تھا تو کسی اور جگہ نماز عید ملنے کی امید ہو تو دوسری جگہ چلا جانا چاہئے، اگر کہیں بھی نماز عید ملنے کی امید نہ ہو اور جو نماز سے رہ گئے ہیں وہ ایک سے زیادہ ہوں تو وہ نماز عید کی جماعت کرالیں۔ بہتر یہ ہے کہ عید گاہ کے علاوہ کسی اور جگہ جماعت کرائیں، اگر ایک ہی آدمی نماز عید سے رہ گیا ہو تو وہ عید کی نماز نہیں پڑھ سکتا، اس لئے کہ عید کی نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہے اکیلے نہیں پڑھی جاتی، البتہ اگر چاہے تو نماز عید کی جگہ نفل کی نیت سے دو یا چار رکعت پڑھ لے۔

نماز عید کے بعد دعا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحتاً نماز عید کے بعد یا خطبے کے بعد دعا ثابت نہیں، البتہ متعدد احادیث میں نمازوں کے بعد دعا کا حکم اور ترغیب وارد ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ نماز کے بعد دعا مانگی جائے، تاہم خطبے کے بعد بھی دعا مانگی جاسکتی ہے، اس میں بھی مضائقہ نہیں۔

☆☆..........☆☆

سیرت وتاریخ نگاری اور علماء دیوبند

دوسری قسط

مولانا عبدالرشید بستوی (استاذ حدیث جامعۃ الامام انور شاہ، دیوبند)

۱۶:... سیرت پاک، اردو:

تالیف: مولانا محمد اسلم صاحب قاسمی۔ سیرت نبوی پر مختصر مگر بڑی مرتب کتاب ہے۔ مولانا اسلم صاحب کا سیرت نبوی پر مطالعہ اچھا اور معلومات وسیع ہیں، اس کتاب کی سطر سطر سے اس کا اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا نے سیرت نبوی پر ضخیم وعظیم کتاب ''السیرہ الحلبیہ'' کا عربی سے سلیس اردو میں بڑا کامیاب ترجمہ کیا ہے۔ اب یہ ترجمہ اجزاء کے بجائے مجلد شکل میں کئی حصوں میں شائع ہوچکا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲۳ رسالہ نبوی زندگی میں پیش آمدہ تمام واقعات و حالات کو منطقی و موضوعی ترتیب کے ساتھ، مولانا اسلم صاحب نے ''سیرت پاک'' میں جمع کردیا ہے۔

۱۷:... اشاعت اسلام، اردو:

تالیف: حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی۔ کوتاہ نظر اور متعصب دشمنان اسلام کا ایک جھوٹا پروپیگنڈا یہ ہے کہ اسلام اتنی تیزی کے ساتھ تعلیمات کے سبب نہیں، بلکہ زور طاقت اور شمشیر وسنان کی بنیاد پر پھیلا۔ یہ کتاب درحقیقت اسی بے بنیاد پروپیگنڈا کا تحقیقی وعلمی جواب ہے۔ یہ ضخیم کتاب ہے جو عہد نبوت میں حلقہ بگوش اسلام ہونے والے افراد کے قبول اسلام کے پس منظر اور حالات ومواقع کی درست تاریخی وحدیثی روایات کے تناظر میں صحیح صورت حال اجاگر کرتی ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد دشمنان اسلام کا یہ پروپیگنڈا ھباءً منثوراً .... کی تصویر بن جاتا ہے۔ یہ کتاب شیخ الہند اکیڈمی، دارالعلوم دیوبند سے، کئی سال پہلے خوب صورت طباعت کے ساتھ اشاعت پذیر ہوچکی ہے۔

(کتاب میں درج معلومات و مباحث، روایات وآثار سے مؤید ہیں، مگر حضرت مولانا عثمانی نے حوالہ جات نقل کرنے پر توجہ نہ دی تھی۔ ان تمام مباحث کی تخریج وتحقیق اور تحیہ کی خدمت، شیخ الہند اکیڈمی، دارالعلوم دیوبند کے اس وقت کے ناظم اعلیٰ و نگراں، حضرت مولانا بدرالدین صاحب اجمل القاسمی کی ہدایت پر، احقر نے انجام دی۔ اس طرح کتاب ہذا نے نئے علمی رنگ اور تحقیقی آہنگ کے ساتھ، اہل علم کے درمیان توقع کے مطابق پذیرائی حاصل کی۔ حضرت مولانا عثمانیؒ نے اس کتاب میں موقع کی مناسبت سے ایک جگہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں وسیع پیمانے پر فتوحات اور اشاعت اسلام پر بحث کرتے ہوئے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ان کی اچانک معزولی پر نہایت پُرمغز، مدلل اور بصیرت افروز گفتگو کی ہے۔ یہ بحث بطور خاص دیکھنے اور پڑھنے کے لائق ہے۔ ع۔ ر۔ بستوی)۔

۱۸:... دنیا کو اسلام سے کس کس طرح روکا گیا، اردو:

تالیف: شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہویؒ۔ حضرت شیخ الادبؒ نے اس کتاب میں ان حضرات صحابہ کرامؓ کے قبول اسلام کے حالات بیان کئے ہیں اور دکھایا ہے کہ ان حضرات کو مسلمان ہونے کے باعث خاک وخون کے کیسے کیسے خوفناک دریاؤں سے گزرنا پڑا اور کس کس قسم کے دلدوز مصائب ومشکلات سے دوچار ہونا پڑا۔ حضرت شیخ الادب نے دراصل اسے قسط وار مضمون کی شکل میں تحریر کیا تھا، اب سے چند سال پہلے حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی کی ترتیب کے ساتھ، یہ مضامین کتابی شکل میں اشاعت پذیر ہوچکے ہیں۔ ع۔ ر۔ بستوی)

تاریخ اسلام واہل اسلام اور ہندوستان کی اسلامی تاریخ:

تاریخ اسلام کے تحت عہد نبوی، عہد خلافت راشدہ، عہد صحابہؓ وتابعینؒ، عہد خلافت بنو امیہ، عہد خلافت بنو عباس، خلافت اندلس وافریقہ اور برصغیر ہندوپاک کی مسلم تاریخ پر گفتگو جاری ہے۔ سیرت نبوی کے تعلق سے لکھی جانے والی کتابیں عموماً عہد نبوی اور عہد صحابہؓ کے حالات وواقعات سے اعتناء کرتی ہیں اور ان زمانوں کے متعدد گوشوں اور نمایاں پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہیں۔ ان میں سے تقریباً بیس کتابیں اور ان کے ذیل میں اس موضوع پر لکھی جانے والی بعض دوسری اہم کتابوں کا تجزیہ پیش ہے:

(۱۔۵) غلامانِ اسلام، مسلمانوں کا عروج و زوال، صدیق اکبرؓ، عثمان ذوالنورینؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ، اردو:

تالیف: حضرت مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادیؒ۔ یہ پانچویں کتابیں ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہوچکی ہیں اور اپنے موضوع پر استناد کا درجہ رکھتی ہیں۔

''غلامانِ اسلام'' میں ان سعادت مند

انسانوں کا والہانہ تذکرہ ہے جو زمانے کی ستم ظریفی سے اپنی پیدائشی اور فطری آزادی کھو کر اپنے ہی رنگ ونسل، قوم و مذہب کے دوسرے انسانوں کے زیردست اور غلام بن گئے تھے۔ جب اسلام آیا اور اس نے غلام باندیوں کو بھی آزاد مردو خواتین کی طرح جملہ حقوق اور مراعات دیئے جانے کے تعلق سے تمام بنی نوع انسانی کے درمیان مساوات کا تاریخی اعلان کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیز اہل اسلام نے ان اعلانات کو عمل اور حقیقت کا جامعہ پہنایا تو غلام اور باندی دامن اسلام میں پناہ لینے کے لئے دوڑ پڑے اور ان حقوق ومراعات سے مکمل طور پر مستفید ہوئے۔ انہی غلاموں اور ان کی اولاد نے علوم وفنون اور حکومت وسیاست کے مختلف میدانوں میں کیسے کیسے کارہائے نمایاں انجام دیئے اور کتنی بلند قامت شخصیات کی شکل میں سامنے آئے؟ اس کتاب میں یہی سب کچھ بیان کیا گیا ہے۔

’’مسلمانوں کا عروج وزوال‘‘ درحقیقت ابتدا ایک ہزار برس تک مسلمانوں کی حیرت انگیز ترقی اور بعد میں بتدریج افسوسناک تنزل کی تاریخی دستاویز ہے اور ان حالات کا مبصرانہ ومحققانہ تجزیہ بھی۔

’’صدیق اکبرؓ‘‘ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی پوری زندگی کا احاطہ کرتی ہے۔ تیرہ سالہ مکی زندگی میں ان کی کیا کیا اور کیسی کیسی قربانیاں ہیں، دس سالہ مدنی زندگی میں ان کے کیا کیا کارنامے ہیں، خلیفہ رسول کے طور پر انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت وصیانت کے لئے نیز ارتداد کے بحرانی دور کے مقابلہ کے لئے کس عزم و ہمت سے کام لیا؟ ان سب امور کی تفصیل مستند تاریخی وحدیثی کتب کے حوالوں سے دی گئی ہے۔

’’عثمانؓ ذوالنورین‘‘ حضرت عثمان غنیؓ کے سوانح حالات پر مشتمل ہے۔ حضرت عثمانؓ کی قابل رشک زندگی، اسلام واہل اسلام کے حوالہ سے ان کی قربانیاں اور مثالی خدمات، ان کے دور خلافت میں ہونے والی فتوحات اور اسلامی امارت کی ہمہ جہت ترقیات اور پھر ابتلاء وآزمائش کے وقت ثابت قدمی پر اردو میں لکھی جانے والی مکمل، مفصل، مدلل اور مستند کتاب ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ جماعت صحابہؓ میں زہد و قناعت اور اپنی سادہ زندگی کے حوالے سے معروف و ممتاز تھے، بایں ہمہ انہوں نے اسلام کے لئے کیسی کیسی قربانیاں دیں، کیسی کیسی مصیبتیں برداشت کیں اور کیا کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے؟ ان امور پر، نیز ان کی پوری زندگی پر نہایت محققانہ اور فاضلانہ کتاب ہے۔

(۶۔۹) خلافت راشدہ، خلافت بنوامیہ، شہید کربلا، تاریخ ملت، اردو:

تالیف: حضرت مولانا قاضی زین العابدین میرٹھی۔ تاریخ ملت کئی ایک حصوں میں ہے، یہ کتاب آغاز اسلام سے لے کر برصغیر میں انگریزوں کے تسلط واقتدار تک کے طویل ترین عرصہ پر محیط ملت اسلامیہ کی جامع مختصر، مکمل اور مستند تاریخ ہے۔

’’خلافت راشدہ‘‘ میں حضرات خلفاء راشدین کے مکمل حالات زندگی، قبول اسلام، عہد نبوی میں ان کی خدمات، انتخاب خلافت اور اس کے بعد کے حالات و واقعات کا صحیح تاریخی تناظر میں تذکرہ وتجزیہ کیا گیا ہے۔

جبکہ ’’خلافت بنوامیہ‘‘ میں جہاں ان کے بعض خلفا کی بے اعتدالیوں اور مظالم پر روشنی ڈالی گئی ہے وہیں خلفاء بنوامیہ کے مفید کارناموں، اہم خدمات اور فتوحات کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

’’شہید کربلا‘‘ حضرت حسینؓ اور ان کے خاندان کے افراد کی دردناک شہادت کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ بعض کوتاہ اندیش الزام لگاتے ہیں کہ حضرت حسینؓ کا مقصد اصلاح احوال نہیں، بلکہ جہاں بانی، حکمرانی اور امارات کا حصول تھا۔ قاضی صاحب نے واقعاتی دلائل کی روشنی میں ان لوگوں کا بھرپور جواب دیا ہے، نیز حضرت حسینؓ اور ان کے خاندان کے دوسرے افراد کی عظمت اور ان کی جلالت شان کو بھی اجاگر کیا ہے۔

(۱۰۔۱۹) عرب و ہندوستان عہد رسالت میں، خلافت راشدہ اور ہندوستان، خلافت بنوامیہ اور ہندوستان، خلافت عباسیہ اور ہندوستان، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، خیرالقرون کی درسگاہیں اور ان کا نظام تعلیم وتربیت، علی وحسین، اردو۔ رجال السند والهند، العقد الثمين فيمن ورد الهند من الصحابة والتابعين، عربي:

تالیف: مورخ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر صاحب مبارکپوریؒ۔ قاضی اطہر صاحب مبارکپوری وادی علم وتحقیق کے قیس وفرہاد تھے۔ ان کی تمام تالیفات استنادی و تحقیقی لحاظ سے ممتاز اور دستاویز کا درجہ رکھتی ہیں۔ عرب و ہند عہد رسالت میں، اس موضوع پر اب تک اصحاب قلم نے بہت کم کچھ لکھنے کی جرأت کی ہے۔ حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کے بعد قاضی صاحب ان دو چار محقق علماء میں سے ایک ہیں جنہوں نے اس میدان میں خوب خوب داد تحقیق دی۔ عہد نبوت میں ہندوستان کا جزیرۃ العرب سے کیا اور کس نوعیت کا تعلق تھا اور اس کی کیا کیا جہتیں تھیں؟ ان امور کو قاضی صاحب نے نہایت عرق ریزی کے ساتھ جمع اور بیان کیا ہے۔

خلافت راشدہ اور ہندوستان اور اس کے بعد کی دونوں کتابیں عہد اسلامی کی تقریباً تین صدیوں کی تاریخ، حالات اور برصغیر ہندو پاک کے تعلقات کا احاطہ کرتی ہیں۔ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں کہاں کہاں قائم ہوئیں، ان کے حکمراں کون کون تھے؟ کس کی مدت حکومت کتنی رہی؟ ان حکومتوں نے یہاں کیا کیا کام کئے اور ان کے یہاں کے باشندوں کے ساتھ کیسے معاملات وتعلقات رہے؟ ان امور کا

محققانہ تجزیہ پیش کرتی ہیں۔

خیر القرون کی درسگاہیں اور ان کا نظام تعلیم

وترتیب، اردو:

حضرت قاضی صاحب کی خواہش کے مطابق راقم الحروف نے اس کا عربی زبان میں ترجمہ شروع کر دیا ہے جو مجلہ ''المظاہر'' عربی میں قسط وار شائع ہو رہا ہے۔

یہ کتاب اپنے موضوع پر انوکھی، منفرد اور نہایت مستند کتاب ہے۔ اس کتاب کی ترتیب وتالیف کے لئے قاضی صاحب نے حدیث وسیرت، تراجم صحابہ، تاریخ اسلام، اہل اسلام کی سینکڑوں کتابوں کے ہزار ہا ہزار صفحات کو نہایت باریک بینی سے کھنگالا، پڑھا اور سمجھا، تب کہیں جا کر تنکا تنکا جمع کر کے یہ خرمن علم تیار کیا۔ اس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ ہمارے دور کے موجودہ دینی مدارس کا مزاج ومنہاج اور طریقہ کار عہد نبوت اور عہد صحابہؓ سے ہی مقتبس اور ماخوذ ہے۔

حضرت مولانا عبدالحی صاحب حسنیؒ کی معرکۃ الآرا کتاب نزہۃ الخواطر ۸ جلدیں (عربی) کے بعد سمجھا جا رہا تھا کہ ہندوستان کی قدیم وممتاز شخصیات کی حیات وحالات پر اب نہ مزید لکھنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس پر کوئی اضافہ کیا جا سکتا ہے، مگر قاضی صاحب نے برسہا برس کے مطالعہ کے بعد ''رجال السند والہند'' لکھی۔ (اس کتاب کا اردو ترجمہ راقم الحروف کے قلم سے بنام ''سندھ وہند کی قدیم شخصیات'' مکتبہ خدیجۃ الکبریٰ کراچی پاکستان سے کئی سال پہلے، جبکہ مکتبہ حفاظ دیوبند سے سال گزشتہ پر زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ ترجمہ کی یہ خدمت حضرت قاضی صاحبؒ کے ایما پر احقر نے انجام دی۔ افسوس کہ جب ترجمہ مکمل ہو کر زیور طبع سے آراستہ ہوا، اس وقت قاضی صاحب دار فانی سے کوچ کر چکے تھے۔ (فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ) اور نہ صرف نزہۃ الخواطر میں درج بعض شخصیات کے حالات میں اضافہ کیا، بلکہ متعدد اہم اور گمنام شخصیات کو بھی دریافت کیا۔

جبکہ آخری کتاب ''العقد الثمین'' برصغیر میں اس موضوع پر اولین مکمل عربی تالیف ہے۔ اس میں ہندوستان تشریف لانے والے حضرات صحابہ کرامؓ نیز حضرات تابعینؒ اور ان کے حالات وخدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ (اس کتاب کا اردو ترجمہ احقر نے شروع کر دیا ہے، خدا کرے یہ ترجمہ جلد پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے۔ ع۔ ر۔ بستوی)۔

(۲۰) سیرت صدیقؓ، اردو:

تالیف: ادیب شہیر حضرت مولانا سیّد محمد ازہر شاہ قیصر صاحبؒ۔ مولانا قیصر صاحب اردو زبان وادب کے مستند، معتبر اور شگفتہ قلم نثر نگار اور پختہ شاعر تھے۔ سیاسیات، سماجیات، عصریات، ادبیات، اسلامیات و دینیات پر انہوں نے سینکڑوں مضامین ومقالات تحریر فرمائے، جو رسالہ دارالعلوم دیوبند سمیت ملک وبیرون ملک کے موقر علمی وادبی جرائد ورسائل اور اخبارات کی زینت بنے۔ زیر تعارف کتاب بھی درحقیقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ، قابل رشک اور لائق اتباع سیرت وحیات پر ایک مبسوط مضمون ہے، جو انہوں نے اب سے ستر بہتر سال قبل تحریر کیا تھا۔ یہی مضمون قدرے حذف واضافہ کے بعد نئی ترتیب کے ساتھ چالیس صفحات پر مشتمل اشاعت پذیر ہوا اور علمی ودینی حلقوں میں مقبول۔ یہ رسالہ اپنے مشمولات ومحتویات کی جامعیت کے باعث، بہ قامت کہتر وبہ قیمت بہتر کا صحیح مصداق ہے۔ درست تاریخی معلومات کے ساتھ ساتھ یہ رسالہ اپنی شگفتہ اردو زبان کے حوالے سے بھی قابل مطالعہ ہے۔ اس رسالہ کی ترتیب پر پون صدی کا زمانہ گزر چکا ہے، مگر زبان وبیان کی شادابی اور تازگی جیوں کی تیوں قائم ہے۔ ضرورت ہے کہ نئے رنگ وآہنگ کے ساتھ اس کی دوبارہ اشاعت وطباعت کی جائے۔

(۲۱) نعتیہ آیات قرآنی، اردو:

تصنیف: معروف محقق حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب رحمانی زیدمجدہم۔ مشہور حدیث ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات اور کردار واطوار کی بابت دریافت کیا گیا تو بڑا مختصر مگر نہایت جامع جملہ ارشاد فرمایا: ''کان خلقہ القرآن'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قرآن کریم کی عملی اور مجسم تفسیر تھی۔ آپ کا قول: ''وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی'' کا ترجمان۔ فارسی شاعر نے کہا:

ختم نبوت کانفرنس گکھڑ، گوجرانوالہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے جامع مسجد امام اہل سنت شیخ سرفراز خان صفدرؒ میں ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ قادیانی آئین پاکستان کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ خفیہ پلاننگ بنا کر مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور گمراہ کرنا ان کا طریقہ واردات ہے۔ سادہ لوح مسلمانوں اور نسل نو کو ایمان کی پٹری سے اتارنا ان کا وطیرہ ہے اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ امت مسلمہ بیدار مغزی کا ثبوت دے اور قادیانی ریشہ دوانیوں سے باخبر رہے۔ امت مسلمہ کے فرائض منصبی میں یہ بات شامل ہے کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن قادیانیوں اور ان کی تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کرے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع گوجرانوالہ کے مبلغ مولانا محمد عارف شامی نے اپنے خطاب میں کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کے دفاع کے لئے یمامہ کے میدان سے لاہور کی سرزمین تک امت نے جولازوال قربانیاں پیش کی ہیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ تاریخ ان قربانیوں کو کبھی فراموش نہیں کر سکے گی۔ امام اہل سنت شیخ سرفراز خان صفدرؒ کے فرزند ارجمند مولانا محمد راشد نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہمارے اکابر نے عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے بے مثال قربانیاں دی ہیں جن میں سرفہرست امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا خواجہ خان محمدؒ، شیخ سرفراز خان صفدرؒ کے نام قابل ذکر ہیں جنہوں نے دفاع ختم نبوت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا تھا۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اسی کے ساتھ یہ بھی واضح حقیقت ہے کہ قرآن کریم خود آپ کا ثناخوان اور آپ کی تقدیس وعظمت کا بیان ہے۔ متعدد آیات میں آپ کی مدح سرائی کی گئی ہے اور آپ کی شانِ رفعت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ کہیں یہ بیان روزِ روشن کی طرح جلی واجلی عیاں ونمایاں ہے، مثلاً: ”وما ارسلناک الا رحمة للعالمین“ تو کہیں خفی واخفی اور اجمال نما، مثلاً ”واذ غدوت من اهلک تبوی المومنین مقاعد للقتال“

اسلام کی ساڑھے چودہ سو سالہ تاریخ میں ہزارہا ہزار سعادت نشان حضرات اہل ایمان مرد وخواتین نے اپنی علیحدہ زبان، اپنے الگ اسلوب اپنے مختلف ڈھنگ اور جداگانہ رنگ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو بیش بہا خراج عقیدت پیش کئے۔ شعر ونظم میں بھی اور نثر میں بھی، مسجع ومقفی عبارات میں تو کبھی سادہ وپرکشش انداز میں، غیر منقوط صنعت میں تو کا ہے مکمل منقوط حروف میں۔ یہ سلسلہ خود عہد نبوت میں شروع ہوا، حضرت حسان، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن مالک، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ صحابہؓ وصحابیاتؓ سے لے کر آج تک لاکھوں اہل ایمان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ومنقبت کہی اور لکھی۔ تاہم آپ کی منقبت سرائی کے تعلق سے ایک گوشہ تقریباً ان سبھی سیرت نگاروں اور نعت گو شعراء کی نظروں سے اوجھل رہا اور وہ ہے نعت رسول خدا اور زبانِ خدا یعنی قرآن کریم میں نعت نبوی۔ یہ عظیم ومنفرد وسعادت معروف صاحب قلم عالم، سلاست رقم ادیب حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب رحمانی کے حصہ میں مقدر تھی۔ انہوں نے ”نعتیہ آیات قرآنی“ کے نام سے تین اجزاء میں یہ کتاب ترتیب دی۔ پہلے جزو میں ایسی پچاس آیات پر معروف ومستند کتب تفسیر کے حوالوں سے ان آیات کی مختصر تشریح کرنے کے بعد ان میں پوشیدہ نعت ومنقبت کے پہلو کو اجاگر کیا ہے، جب کہ جزو دوم میں ایسی ہی ساٹھ آیات کا انتخاب کر کے ان میں مضمر آپ کی عظمت ورفعت سے نقاب کشائی کی ہے اور تیسرے جزو میں نوے آیات کے بطن سے نعت نبوی کے درِ شاہوار کو دریافت کر کے اسے منظر عام پر لانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اس طرح ”طغریات قرآنی“ کے بعد زیر تعارف کتاب مولانا رحمانی کی دوسری منفرد اور ممتاز کتاب ہے۔ اس پر وہ تمام اہل علم کی طرف سے بجا طور پر تحسین وتبریک کے لائق ہیں۔

(۲۲) شہدائے اسلام، اردو:

تالیف: جناب مولانا انوار احمد صاحب خیر آبادی، استاذ حدیث وتفسیر جامعہ اسلامیہ مظفر پور، اعظم گڑھ۔ مولانا انوار احمد صاحب اعظمی کامیاب مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے مولف بھی ہیں۔ مختلف موضوعات پر اب تک ان کی کئی کتابیں منظر عام پر آچکی اور اہل علم سے خراج تحسین وصول کر چکی ہیں۔

”شہدائے اسلام“ میں مولانا نے ان قدسی صفات اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روداد وفا بیان کی ہے جنہوں نے حریم اسلامی کی حفاظت کی خاطر اپنی جانیں نچھاور کر دیں۔ مولانا نے اس کتاب میں غزوۂ بدر سے لے کر غزوۂ تبوک تک کے عرصہ میں پیش آمدہ غزوات وسرایا کے پس منظر پر روشنی ڈالی ہے اور ان میں سے کس غزوہ وسریہ میں کن حضرات صحابہ کرامؓ نے اپنا لہو دے کر چمنستان اسلام کی آبیاری کی سعادت حاصل کی، ان کے اسمائے گرامی اور سرفروشی کی داستان، نہایت اثر انگیز اسلوب میں تحریر کی ہے۔ احقر کے سامنے کتاب کا جو نسخہ ہے وہ آج سے دس سال پہلے ۱۴۲۵ھ کا ایک جلد میں طبع شدہ ہے اور صفحات کی تعداد ۳۲۰ ہے، جب کہ بعد میں مولانا نے اس کتاب میں وقیع اضافے کئے اور ساتھ ہی درجنوں ان حضرات صحابہؓ وصحابیاتؓ کے حالات بھی مستقل طور پر تحریر کئے جو جلد اول میں شامل نہ ہو سکے تھے۔ چنانچہ اب یہ کتاب دو جلدوں میں ۵۰۰ سے زیادہ صفحات پر مشتمل حوالہ جات سے آراستہ ہو کر طبع ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں مولانا نے درست حالات، صحیح تاریخ اور مستند واقعات درج کرنے کے ساتھ ساتھ پہلو بہ پہلو مشکل مقامات واسماء کی وضاحت کرنے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے جس سے کتاب کی افادیت دوچند ہو گئی ہے۔

(جاری ہے)

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کا چار روزہ دورہ گوجرانوالہ

گوجرانوالہ (رپورٹ: محمد عثمان خان بلوچ) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کی درخواست پر ۱۶ تا ۱۹ جون کو چار روزہ دورے پر گوجرانوالہ تشریف لائے۔ ان چار دنوں میں گوجرانوالہ میں مختلف مقامات پر کانفرنسیں منعقد کی گئیں تھیں جن سے حضرت ناظم تبلیغ نے خطاب کیا۔ اس سلسلے میں پہلا پروگرام دفاع ختم نبوت کانفرنس کے عنوان سے نوشہرہ ورکاں میں ہوا جس میں حضرت ناظم تبلیغ نے خصوصی خطاب فرمایا۔ دیگر مقررین میں خطیب یورپ وایشیا مولانا عبدالحمید ڈو، مولانا عبدالکریم ندیم (خان پور شریف) مولانا عبیداللہ انور، مبلغ گوجرانوالہ مولانا محمد عارف شامی اور مولانا محمد یونس ماجدی شامل تھے۔ حضرت نے اپنے خطاب میں کہا کہ دفاع ختم نبوت سیدنا ابوبکرؓ کی سنت ہے۔ پوری امت مسلمہ ۱۴۰۰ سال سے اس سنت پر عمل کرتی آرہی ہے۔ آج پوری دنیا میں اس سنت کو زندہ رکھنے والی جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ہے۔ دفاع ختم نبوت ہی وہ واحد معاملہ ہے جس پر امت کا سب سے پہلا اجماع منعقد ہوا۔ یہی وہ واحد مسئلہ ہے جس پر اسلامی تاریخ کے ہر دور میں عوام الناس اور علماء وصلحاء نے قربانیاں پیش کیں ہیں۔ ۱۷ جون کو گوجرانوالہ کی بزرگ شخصیت، مجاہد ختم نبوت حافظ محمد ثاقب صاحب کی مسجد خاتم النبیین فیروز والہ روڈ میں ختم نبوت کنونشن رکھا گیا تھا جس میں حضرت نے خصوصی خطاب فرمایا اور عوام کو قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں اور غیر آئینی مذہبی سرگرمیوں سے آگاہ کیا اور ان کا بائیکاٹ کرنے پر آمادہ کیا۔ ۱۸ جون کو گوجرانوالہ کے نواحی علاقے باگڑیاں میں واقع جامعہ اسلامیہ میں دورہ تفسیر میں شریک طلباء کو ختم نبوت کی ضرورت واہمیت کے عنوان پر سبق پڑھایا اور نماز مغرب کے بعد جامع مسجد امام اہل سنت شیخ سرفراز خان صفدرؒ میں ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کیا اور امام اہل سنتؒ کی ختم نبوت کے محاذ پر کی گئی کاوشوں پر خراج تحسین پیش کیا۔ ۱۹ جون کو دن میں جامعہ اسلامیہ کے طلباء دورہ تفسیر کو تاریخ ختم نبوت کے عنوان پر سبق پڑھایا۔

ڈیجیٹل تصویر

دارالعلوم دیوبند کا موقف اور فتاویٰ

زیر نظر فتاویٰ ڈیجیٹل تصویر کے بارے میں ہیں جو ازہر الہند دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہان پور سے جاری کیے گئے ہیں، مذکورہ بالا دونوں اداروں کے حضرات مفتیان کرام نے ڈیجیٹل تصویر کو بھی ممنوع تصویر کے حکم میں داخل کر کے اس کے ناجائز و حرام ہونے کا فتویٰ دیا ہے، عام مسلمانوں کے فائدے کے پیش نظر مندرجہ ذیل فتاویٰ شائع کیے جا رہے ہیں۔ (ادارہ)

چوتھی قسط

مفتی زین الاسلام قاسمی الہ آبادی

مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ العالی اپنی شرح ترمذی میں رقم طراز ہیں:

''تصویر سازی اس لیے بھی حرام ہے کہ تجربہ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اس وقت ساری دنیا فحاشی اور عریانیت سے جو بھر گئی ہے، یہ اسی کیمرے کی نحوست ہے، پہلے گندے فوٹو کوک شاستروں میں چھپتے تھے اور لوگ چپکے چپکے ان کو دیکھتے تھے، مگر اب ٹی وی، ویڈیو، وی سی آر وغیرہ خرافات کے ذریعہ ہر جگہ یہ ننگے فوٹو پھیل گئے ہیں، اور نوجوان نسل تیزی کے ساتھ ان کا اثر قبول کر رہی ہے، اور'' ظهر الفساد في البر و البحر'' کا منظر عیاں ہے، مکہ اور مدینہ بھی اس سے نہیں بچے، بلکہ اب تو ڈیجیٹل کیمرے، موبائل میں آ گئے ہیں اور ہر جیب میں موجود ہیں۔ فإلى الله المشتكى!'' (تحفۃ الالمعی:79/5)

الغرض! مذکورہ معروضات کی روشنی میں ڈیجیٹل نظام کے ذریعہ محفوظ کردہ عکس اور ٹی وی اسکرین پر ظاہر ہونے والی صورتیں بھی تصویر محرم میں داخل ہیں، اور مجسم تصویر سازی اور فوٹو گرافی کی طرح ناجائز اور حرام ہیں۔ فقط و الله أعلم بالصواب

العبد محمد طاہر عفا اللہ عنہ مفتی مظاہر علوم سہارن پور (یو پی)

یکم ربیع الثانی 1430ھ

الجواب صحیح: سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری خادم دارالعلوم دیو بند

الجواب صحیح: مقصود عالم مفتی الجامعہ مظاہر علوم

باسمہ تعالیٰ: تصدیق کی جاتی ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمد طاہر صاحب مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور کا تحریر کردہ فتوی ہذا، جس میں ڈیجیٹل تصویر کا حکم شرعی مفصلاً بیان کیا گیا ہے، صحیح اور درست ہے۔ الجواب صحیح و المجیب مصیب وللہ درہ۔ فقط واللہ اعلم

المصدق: زین الاسلام قاسمی الہ آبادی نائب مفتی دارالعلوم دیو بند

الجواب صحیح: وقار علی غفر لہ، حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ مفتی دارالعلوم دیو بند

بسم الله الرحمن الرحيم، حامدا و مصليا و مسلما: مفتی محمد طاہر صاحب مدظلہ کا جواب درست اور حق ہے، والحق أحق أن يتبع.

فقط: محمود حسن غفر لہ بلند شہری

دارالعلوم دیو بند 1432/7/4ھ

یوم الثلثاء،الموافق 2011/6/7ء

الجواب صحیح: فخر الاسلام

ڈیجیٹل تصویر اور آلات تصویر سازی کی مرمت کو پیشہ بنانے کا حکم

محترم المقام قابل احترام حضرت مفتی صاحب...زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: بعدۂ عرض خدمت اقدس میں یہ ہے کہ زید کیمرہ مکینک ہے اور تقریباً 48 سال سے کیمروں کی مرمت کرتا ہے تو کیا یہ کام درست ہے یا نہیں؟

واضح رہے کہ اب اس جدید دور میں کیمروں میں یہ فرق ہو گیا ہے کہ پرانے کیمروں میں ریل اور فلم ڈالی جاتی تھی، پھر فوٹو کھینچا جاتا تھا، اس کے بعد اس کو دھو کر تصویر بنتی تھی، لیکن اب ڈیجیٹل کیمرے آگئے ہیں، جن میں فلم نہیں ہوتی، بلکہ یہ عکس کو الیکٹرونک طریقہ سے جذب کرتے ہیں اور کیمرہ پروسس (محفوظ) کر کے آپ کو یہ کیمرہ اسکرین پر تصویر دکھاتا ہے۔

آج جیسا کہ تصویر اور فوٹو کی ضرورت سے مطلقاً انکار نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ موقع بموقع فوٹو کی شدید ضرورت پیش آتی رہتی ہے، مثلاً سرکاری آفسوں میں ملازمتوں، بینکوں، مدارس اور کالج کے فارموں میں، شناختی کارڈ اور حج کی درخواستوں میں وغیرہ وغیرہ! اسی طریقہ سے پریس اور میڈیا والے حادثے کی تصویر کو بطور ثبوت پیش کرتے ہیں، نیز ڈاکٹر حضرات بھی زخموں کے علاج میں نیز دیگر بیماریوں، مثلاً دانتوں اور آنکھوں کے علاج میں اور پیٹ کے اندرونی علاج میں بھی کیمروں کا استعمال کرتے ہیں، اسی طریقہ سے ریلوے اسٹیشنوں اور ہوائی اڈوں پر لوگوں کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے لیے بھی کیمروں کا استعمال ہوتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ R.N.D جو حکومت کا ایک حساس ادارہ ہے، جو نہ صرف عوام بلکہ پورے ملک کی حفاظت کے لیے کام کرتا ہے، اس میں بھی کیمروں کی ضرورت پڑتی ہے اور اس شعبہ کے کیمروں کی مرمت کا کام بھی زید کے سپرد ہے۔

اب ایسی صورت حال اور ایسے مواقع کہ جن میں فوٹو کی شدید ضرورت پڑتی ہے اور شرعاً ایسے مواقع میں فوٹو کی اجازت بھی ہے تو کیا ان حالات میں زید کے لیے کیمروں کی مرمت کرنا درست ہے یا نہیں؟ نیز زید کے لیے کیمروں کی مرمت پر حاصل ہونے والی اجرت اور کمائی حلال ہوگی یا نہیں؟ واضح رہے کہ زید صرف کیمروں کی مرمت کرتا ہے، فوٹو گرافی اور فوٹو سازی وغیرہ کا کام نہیں کرتا ہے۔

آپ سے درخواست ہے کہ اصول شرع کی روشنی میں مفصل جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی شیخ محمد غوث، کیمرہ ٹکنیشین

16/رئیس منیٹ ایم جی روڈ، ونڈر لینڈ، پونہ 411001

13/جمادی الثانی 1432ھ (1093/دور 1432ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق: حامدا ومصلیا ومسلما!

شریعتِ اسلامیہ میں جاندار کی تصویر سازی اور تصویر بنانا، خواہ ڈیجیٹل کیمرے کے ذریعے ہو یا دوسرے کسی قسم کے کیمروں کے ذریعے، تصویر چاہے چھوٹی ہو یا بڑی، بہر صورت ناجائز اور حرام ہے، اس مسئلے میں احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم (عن عبداللہ بن مسعود قال: سمعت النبي صلى الله عليه

وسلم يقول: "إن أشد الناس عذابا عندالله المصورون" (صحيح البخاري: رقم: 5950، باب بيان عذاب المصورين يوم القيامة).

وعن ابن عباس قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: كل مصور في النار...... مشكاة المصابيح:385، ط:دارالكتاب ديوبند.

إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن الذين يصنعون هذه الصور يعذبون يوم القيامة يقال لهم أحيوا ما خلقتم.

(صحيح البخاري: رقم: 5951، باب بيان عذاب المصورين يوم القيامة) افعالِ صحابہ اور عبارات اکابر امتؒ موجود ہیں۔

نیز آپ کی یہ تحقیق کہ "اس جدید دور میں کیمروں میں فرق ہوگیا ہے کہ پرانے کیمروں میں ریل اور فلم ڈالی جاتی تھی، پھر فوٹو کھینچتا تھا، اس کے بعد اس کو دھوکر تصویر بنتی تھی، لیکن اب ڈیجیٹل کیمرے آگئے ہیں، جن میں فلم نہیں ہوتی، بلکہ یہ عکس کو الیکٹرونک طریقے سے جذب کرتے ہیں۔"

یہ تحقیق اور آپ کا یہ نظریہ اپنی جگہ پر ٹھیک ہے، لیکن آپ کی اس تحقیق سے نفس مسئلہ پر کوئی فرق نہیں پڑے گا، کیوں کہ یہ بات مسلم ہے کہ کسی شئی کے حلال یا حرام ہونے میں اس کے ذرائع و آلات کا کوئی اعتبار نہیں، اگر کوئی چیز حرام ہے تو اس کا وجود ہاتھوں سے ہوا ہو، یا سانچوں اور مشینوں کے ذریعے، اگر وہ حرام ہے تو اختلاف آلات کی بنا پر اس میں کوئی فرق نہیں آتا، مثلاً: شراب چاہے دیسی مٹکوں میں بنائی جائے یا جدید آلات و مشینوں کے ذریعے، بہر صورت اگر اس میں نشہ ہے تو حرام کہا جائے گا، اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو آلۂ جارحہ سے قتل کرے، یا گولی مار کر قتل کرے، یا پھانسی پر لٹکا کر جان لے، یا زہر کھلا کر، یا کرنٹ لگا کر، یا زہر کا انجکشن دے کر مارے، ان سب صورتوں کو قتل ہی کہیں گے، لہٰذا تصویر سازی جو کہ حرام ہے، وہ کسی بھی ذریعے سے ہو حرام ہوگی اور جس طرح کاغذ پر اترنے کے بعد یہ تصویر حرام ہے، اسی طرح جس وقت اس کے اصل کو کیمرے کی ڈسک میں محفوظ کیا جا رہا ہو تو عملاً اس کا حکم بھی تصویر محرم کا حکم ہوگا، چاہے محفوظ ہونے والی شکل ابتداءً ذرات کی شکل میں ہی کیوں نہ ہو۔

وفي التوضيح: قال اصحابنا وغيرهم: تصوير صورة الحيوان حرام أشد التحريم وهو من الكبائر وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره فحرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله، وسواء كان في ثوب أو بساط أو دينار أو درهم أو فلس أو إناء أو حائط...... وبمعناه قال جماعة العلماء مالك والثوري وأبوحنيفة وغيرهم رحمهم (عمدة القارى). (عمدة القاري شرح البخاري: 309/10، باب عذاب المصورين يوم القيامة. (ط: دار الطباعة العامرة).

وكذا في الفتاوى الهندية:359/5 وكذا في البدائع: 116/1

وكذا في الدّرمع الرّد:409/2، مطلب:إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة وكذا ذكر العلامة النووي في شرحه على صحيح مسلم:99/2(النووى على مسلم:199/2، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، ط: رحيميه ديوبند)

نیز تصویر سازی کی حرمت کے متعلق کم و بیش چالیس حدیثیں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہیں اور تمام کی تمام مطلق تصویر کے متعلق ہیں (کسی بھی ذریعے سے تصویر تیار کی جائے) اس کے برعکس تصویر کے جواز کی کوئی روایت نہیں ملتی، نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کا صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر کوئی شارح نہیں ہوسکتا، یہ حضرات آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی رمز شناس اور ہر قول و فعل کے عینی شاہد ہیں، ان حضرات نے بھی تصویر سے متعلق تمام احادیث سے یہی مفہوم اخذ کیا ہے کہ یہ ارشادات ہر قسم کی تصاویر سے متعلق ہیں اور ہمیشہ کے لیے ہیں۔

چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نصاریٰ کی دعوت یہ فرما کر رد کردی کہ تمہارے یہاں تصویر ہوتی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوالہیاج اسدیؒ کو بھیجا کہ شہر میں تمام تصاویر مٹا دیں اور فرمایا کہ مجھے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہم پر بھیجا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مکان میں تصویر دیکھ کر دروازے سے لوٹ آئے۔ (سب واقعات بخاری و مسلم میں مذکور ہیں)

(جاری ہے)

ایک ہفتہ

حضرت شیخ الہندؒ کے دیس میں!

قسط:۱۷

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات:

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پیدائش ۵۸۲ھ اور وفات ۶۳۳ھ بیان کی جاتی ہے۔ آپ شیخ الطائفہ حضرت معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص اور خلیفہ اجل تھے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ”اخبار الاخیار“ اپنی کتاب میں طبقہ اولیٰ کے اولیاء ہند کی تاریخ میں آپ کا دوسرے نمبر پر تذکرہ خیر کیا ہے۔ ماوراء النہر کے علاقہ اوش میں آپ پیدا ہوئے۔ دریائے جیحون کے اس پار کو ماوراء النہر کہتے ہیں اور اس پار کو خراسان کہتے ہیں۔ آج کل دریائے آمو اور سیر کے درمیانے علاقہ کا نام ماوراء النہر ہے۔ جس میں موجودہ ازبکستان، تاجکستان اور مغربی قازقستان شامل ہیں۔ دریائے آمو، دریائے کابل اور دوسرے دریاؤں سے مل کر پھر دریائے سندھ بنتا ہے۔ اس خطہ میں اوش ہے۔ جہاں حضرت کاکی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ فتحیہ مرشدیہ میں ۱۴ واسطوں سے آپ کا سلسلہ سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے جا کر ملتا ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام خواجہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ کی عمر ڈیڑھ سال تھی کہ والد کا وصال ہوا۔ والدہ نے آپ کو پالا پوسا۔ آپ چار سال کے ہوئے تو والدہ نے ایک ہمسایہ سے کہا کہ اسے پڑھنے کے لئے بٹھا دیں۔ وہ لے کر چلے تو راستہ میں ایک بزرگ ملے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بچہ مجھے دے دیں۔ میں اسے پڑھنے بٹھاتا ہوں۔ انہوں نے اس بزرگ کے سپرد کر دیا اور خود بھی ساتھ چلے۔ وہ بزرگ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بزرگ ابو حفص اوشی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئے اور کہا: ”آپ انہیں پڑھا دیں۔“ یہ لاثانی شخص ہے۔ ایک دن یہ سلطان الاولیاء بنے گا۔ انہیں غور و محنت سے پڑھا دیں۔ یہ کہہ کر بزرگ رخصت ہوئے تو حضرت ابو حفص اوشی نے اس شخص سے پوچھا جو حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی والدہ سے لائے تھے کہ اس بزرگ کو جانتے ہو؟ جو آپ کے ساتھ آئے تھے۔ اس شخص نے کہا کہ یہ تو سر راہ مل گئے اور آپ کی طرف رہنمائی کی۔ تو ابو حفصؒ نے فرمایا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ ان کی آمد دلیل ہے کہ یہ بچہ ایک وقت میں مرجع عالم ہوگا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ مشائخ چشت میں لکھا ہے کہ بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ شیخ ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھانا چاہا تو ہاتف سے غیبی آواز آئی کہ اس بچہ کی تعلیم ظاہری قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مقدر ہے۔ حضرت ناگوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اتنے میں آ گئے۔ تختی لی اور قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا لکھوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لکھیں۔ حضرت ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا تو معلوم ہوا پندرہ سپارے والدہ سے پڑھ چکے ہیں۔ یہ اپنے ہمراہ لے گئے۔ چار دن میں باقی پندرہ پارے مکمل ہو گئے اور پھر ظاہری علوم کی بھی جلد تکمیل ہو گئی۔

اب آپ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور مسجد ابو اللیث سمرقندی میں بیعت کا واقعہ بعض نے لکھا ہے اور بعض نے یہ واقعہ بغداد کا لکھا ہے اور یہ بھی ہے کہ اس بیعت کے وقت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، شیخ اوحد الدین کرمانیؒ، شیخ برہان الدین چشتیؒ اور شیخ محمود اصفہانیؒ کی موجودگی میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے بیعت ہوئے۔ یہ بات رسالہ ”نظام المشائخ دہلی“ کے ایڈیٹر سید محمد الواحدی نے تحریر کی ہے۔ واللہ اعلم! سترہ سال حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے تربیت سلوک میں منہمک رہے۔ بغداد سے حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، اجمیر شریف تشریف لائے تو حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے شیخ سے جدائی برداشت نہ کر پائے۔ کچھ عرصہ بعد یہ بھی ہند کے لئے عازم سفر ہوئے تو راستہ ملتان کا اختیار کیا اور ملتان میں کچھ عرصہ شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہے۔ (اب یہاں پر لکھنا بند کرتا ہوں۔ پہلے جا کر حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ رکن عالم کے مزارات پر حاضری دے کر آتا

ہوں۔ پھر آگے لکھوں گا۔ آج ۱۵/مارچ ۲۰۱۴ء بعد از عصر مزارات واقع قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان گیا۔ مغرب واپس دفتر آ کر پڑھی۔ چلیں آگے چلتے ہیں) ملتان میں شیخ جلال الدین تبریزی ؒ کے ہاں بھی مہمان رہے۔ یہاں سے دہلی پہنچے۔ اجمیر شریف حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ؒ کو عریضہ لکھا کہ قدم بوسی کے لئے اجمیر شریف حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت اجمیری ؒ نے فرمایا آپ دہلی رہیں۔ میں خود دہلی آتا ہوں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی ؒ نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین ؒ، حضرت اجمیری ؒ کے پہلے خلیفہ ہیں۔ حضرت اجمیری ؒ دہلی تشریف لائے۔

اپنے شیخ کے حکم پر حضرت بختیار کاکی ؒ برلب دریائے جمنا کلوکری میں قیام پذیر ہوئے۔ جو دہلی شہر سے باہر جگہ تھی۔ سلطان شمس الدین التمش کو معلوم ہوا کہ حضرت بختیار کاکی ؒ کلوکری میں قیام فرما ہیں۔ ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ جنگل (کلوکری) سے شہر دہلی چلنے کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا کہ وہاں پانی کی قلت ہے۔ چنانچہ التمش سلطان ہفتہ میں دو مرتبہ حاضر ہوتا اور برابر شہر چلنے کے لئے ملتمس رہا۔ آخر آپ آمادہ ہو گئے۔ دہلی تشریف لائے۔ ملتان جب تشریف لائے تو سلطان ناصر الدین قباچہ اور اہل ملتان نے بھی عرض کیا تھا کہ ملتان قیام رکھیں۔ مگر شیخ اجمیری ؒ کی صحبت کشاں کشاں آپ کو ہند لے جاری تھی۔ دہلی جا کر اجمیر حاضر ہونے کی اجازت طلبی پر شیخ کا حکم دہلی کا ہوا۔ اب کلوکری نزد دہلی رکے۔ سلطان التمش کے درخواست کرنے پر دہلی آئے۔ امیر و غریب حاضر ہونے لگے۔ بادشاہ نے بھی بیعت کی۔ اس زمانہ میں دہلی کے نامور رہنما شیخ نجم الدین صغریٰ تھے۔ انہوں نے آپ کی آؤ بھگت دیکھی تو معاصرت کا شکار ہو گئے۔ حضرت اجمیری ؒ دہلی تشریف لائے تو سارا دہلی ملنے آیا۔ جناب نجم الدین صغریٰ نہ آئے۔ حضرت اجمیری ؒ ان کو خود ملنے گئے تو انہوں نے بے رخی برتی۔ اب حضرت اجمیری ؒ نے بے رخی کا خود سبب پوچھ لیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کے مرید کے آنے سے میرے شیخ الاسلام کے عہدہ کی بے توقیری ہوئی۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا ہم ان کو اجمیر لے جاتے ہیں۔ آپ آئے اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ؒ سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ اجمیر چلو۔ ادھر تعمیل ارشاد میں دیر ہی کیا تھی تیار ہو کر ہمراہ ہوئے۔ التمش بادشاہ اور دہلی کے عوام و خواص حضرت اجمیری ؒ کے حضور حاضر ہوئے کہ حضرت ہمیں حضرت بختیار کاکی ؒ کی صحبت سے محروم نہ کیا جائے۔ آپ نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا کہ قطب الدین ؒ یہیں رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دیں۔ اتنی مخلوق کا دل توڑنا مناسب نہیں۔ چنانچہ شیخ کے حکم پر دہلی رہ گئے۔

حضرت بختیار کاکی ؒ کی عبادت و ریاضت:

حضرت بختیار کاکی ؒ یومیہ اڑھائی سو رکعت نفل ادا کرتے تھے۔ تین ہزار دفعہ درود شریف پڑھتے تھے۔ جب آپ کی شادی ہوئی تو تین دن درود شریف کا ناغہ ہو گیا۔ خواجہ کاکی ؒ کے ایک مرید کو آپ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بختیار ؒ سے کہنا تین دن سے تمہارا تحفہ نہیں پہنچ رہا۔ اس کے بعد پھر معمول میں ناغہ نہ ہوا۔

ایک بار حضرت خواجہ بختیار کاکی ؒ سے احیاناً (جاگتی حالت میں) حضرت خضر علیہ السلام ملے۔

حضرت خواجہ ؒ بہت کم نیند کرتے تھے۔ چوبیس گھنٹوں میں چھ گھنٹے آخری عمر میں اور بھی نیند کم کر دی۔ ہر وقت یاد الٰہی میں مستغرق رہتے۔

ایک بار حضرت شیخ فریدالدین ؒ گنج شکر پاکپتن والوں نے عرض کیا کہ مقررہ وقت پر اوراد وظائف کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے روک دیا کہ وقت مقرر کرنے سے شہرت ہو گی اور شہرت ابتلاء کا باعث ہے۔ کاک افغانی زبان میں روٹی کو کہتے ہیں۔

حضرت قطب الدین ؒ ایک دکاندار سے سودا سلف ادھار پر لیتے، وقت پر پیسے ادا ہوتے رہتے۔ ایک دفعہ دکاندار کی بیوی نے حضرت قطب الدین ؒ کی اہلیہ کو ادھار دینے کا طعنہ دیا۔ اہلیہ نے حضرت شیخ سے عرض کیا۔ آپ نے ادھار لینا بند کر دیا۔ تو غیب سے وقت پر روٹی مل جاتی۔ کافی عرصہ گزر گیا۔ دکاندار کی اہلیہ نے آپ کی اہلیہ سے معافی مانگی تو آپ کی اہلیہ نے بتا دیا کہ ہمیں تو وقت پر روٹی مل جاتی ہے۔ اس دن سے روٹی ملنا بند ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ حضرت قطب الدین بختیار ؒ کو اس لئے ''کاکی'' کہتے ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ ایک روز شاہی نانبائی سے روٹیاں جل گئیں۔ وہ ان کو تندور میں چھوڑ کر حضرت بختیار کاکی ؒ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر تندور سے اتارنا شروع کر دیں۔ ایسے کیا تو سب روٹیاں جلی ہوئی تھیں مگر صحیح سالم بے جلے کاک اتر آئے۔ اس دن سے آپ ''کاکی'' مشہور ہو گئے۔

آپ جب ملتان تشریف لائے تو ناصر الدین قباچہ نے حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ؒ کے ہاں سے ہو کر حضرت قطب الدین بختیار کاکی ؒ سے استدعا کی کہ کفار کی سازشوں سے شورش بپا ہے۔ آپ کے ہاتھ میں تیر تھا۔ سلطان کو دے دیا کہ جا کر شورش کرنے والوں کی طرف چلا دیں۔ باچہ نے ایسے کیا تو تمام لوگ بھاگ گئے اور شورش ختم ہو کر رہ گئی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ؒ نے وفات کے وقت اپنا خرقہ، مصلےٰ اور اپنے نعلین اور عصا ایک خادم کو دیئے کہ حضرت فریدالدین گنج شکرؒ جب

آئیں تو انہیں دے دینا۔ وہ ان دنوں ہانسی گئے ہوئے تھے۔ شیخ کے وصال کی خبر پر وہاں سے دہلی گئے تو خادم نے یہ چیزیں پیش کیں۔ گویا آپ نے اپنا جانشین حضرت فریدالدین ؒ کو مقرر کیا۔ حالانکہ خود خواجہ کی اولاد موجود تھی۔ حضرت خواجہ کے پائینتی کی جانب حضرت قاضی حمید الدین ناگوری ؒ کا مزار ہے۔ جن کا اوپر ذکر ہوا۔ فرخ نے مزار شریف کے گرد احاطہ بنوایا جو سنگ مرمر کا ہے۔ قطب مینار کے قریب آپ کی ذاتی حویلی بیان کی جاتی ہے۔ خانقاہ شریف کے قریب مسجد میں دو مصلّے ہیں۔ ایک حضرت اجمیری ؒ اور دوسرا حضرت بختیار کاکی ؒ سے منسوب ہیں کہ وہ یہاں نماز پڑھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ یہاں دعا کریں تو قلب قبولیت کے آثار محسوس کرتا ہے۔ اس مسجد کے قریب شمس تالاب کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ اس کے اردگرد خوب مزارات تھے۔ اب کھنڈرات ہیں۔ رہے نام اللہ کا!

حضرت شیخ الحدیث کاندھلوی ؒ نے تاریخ چشت ص۱۷۳ پر لکھا ہے کہ: ’’حضرت خواجہ اجمیری ؒ کے وصال کے بعد مزار مبارک پر زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تو ایک بار وسوسہ گزرا۔ حضرت مرشد کو میرے آنے کی خبر بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ اب کے گئے تو صراحۃً دیکھا کہ آپ اپنی قبر مبارک پر موجود ہیں اور حضرت خواجہ مرشد اجمیری فرما رہے ہیں۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن
من آیم بجاں گر تو آئی برتن

’’مجھے اپنی طرح زندہ جانو۔ اگر آپ جسم کے ساتھ آئیں گے تو میں جان کے ساتھ آؤں (استقبال کروں) گا۔‘‘ اب حضرت شیخ الحدیث کی اس لکھت پر ہمارے اشاعتی دوست کیا فرمائیں گے؟ مجھے نہیں بحث اس سے، مجھے آگے چلنے دیں۔

وفات حسرت آیات:

جب آپ کا وصال ہوا تو بادشاہ شمس الدین التمش ؒ نے غسل دیا۔ جب جنازہ لایا گیا تو اعلان ہوا کہ حضرت خواجہ بختیار کاکی ؒ کی وصیت یہ تھی کہ میری نماز جنازہ وہ پڑھائے جس کی غیر محرم پر کبھی نظر نہ پڑی ہو اور سنت عصر اور جماعت کی تکبیر اولیٰ فوت نہ ہوئی ہو۔ جب اس شرط کے مطابق کوئی آگے نہ بڑھا تو شاہ شمس الدین التمش ؒ آگے بڑھے۔ فرمایا کہ حضرت ؒ نے راز کھول دیا تو کیا کروں؟ اور نماز جنازہ پڑھادی۔ شمس الدین التمش ؒ آپ کا مرید تھا۔ مرید کا یہ حال تھا تو شیخ کا عالم کیا ہوگا؟ آپ کے بائیس خلفاء کا ذکر ہے۔ لیکن سلسلہ تین حضرات سے چلا۔ حضرت فریدالدین گنج شکر ؒ، شیخ بدرالدین غزنوی ؒ اور شاہ خضر قلندر رومی ؒ، ان کے علاوہ سلطان دہلی خواجہ شمس الدین التمش ؒ بھی آپ کے خلیفہ ہیں۔

کہتے ہیں وفات سے عرصہ قبل آپ پر استغراق کی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ ہروقت ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے۔ کوئی ملنے کے لئے آتا تو دیر بعد تکلف سے اس کیفیت استغراق سے واپس آتے۔ چند باتیں کرتے اور پھر استغراق میں چلے جاتے۔ (قارئین میں سے اکثر دوست گواہی دیں گے کہ آخر عمر میں ہمارے مخدوم حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کی بھی ایسی کیفیت تھی) ربیع الاول کی چودھویں رات ۶۳۳ھ میں آپ کا وصال ہوا اور اسی سال چودھویں شعبان کو سلطان شمس الدین التمش کا وصال ہوا۔ (اخبار الاخیار ص۶۱)

حضرت بختیار کاکی ؒ کے مزار مبارک سے بجانب شمال کچھ دور گئے تو وہاں پر بہادر شاہ ظفر کے محل کے کھنڈرات ہیں۔ پورا دن پھرتے رہیں تو محل کے کھنڈرات کو سمجھنا تب بھی مشکل ہو۔ چھتیں نہیں ہیں، دیواریں ہیں، سیڑھیاں ہیں، کمرے، در کمروں کے نشان ہیں۔ پورا محل عمدہ پتھر سے بنا ہے۔ مغل شہزادوں کی تعمیرات کے ذوق عالی کا مظہر ہے۔ مگر اس کی یہ زبوں حالی دیکھے نہیں دیکھی جاتی۔ مجھے ساتھی لے گئے۔ چند مقام دیکھ کر واپس مین گیٹ پر آکر ساتھیوں کی انتظار میں کھڑا ہوگیا۔ جب انگریز نے گرفتاری کے وقت بہادر شاہ ظفر کی آل اولاد سے یہ کیا کہ ان کے سر کاٹ کر ناشتہ کی ٹرے میں رکھ دیئے۔ محل والوں سے یہ ہوا تو محل سے کیا ہوا ہوگا؟ آج محل کی حالت بیچارگی اس کے سرخ پتھروں کی طرح خون کے آنسو رلا دینے کے لئے کافی ہے۔ میاں انسان! اس دنیا میں اتنی وسعت اختیار کر، جتنا رہنا ہے۔ جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ اس کی فکر کر۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب کرے۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب ؒ کے مزار پر:

بہادر شاہ ظفر کے مکان کے مین گیٹ پر آپ کھڑے ہوں تو آپ کے بائیں طرف ایک چبوترہ ہے۔ اس پر کئی قبریں ہیں۔ ان میں سے دو قبور پر میں قارئین کو بھی لے چلتا ہوں۔ ایک قبر مبارک حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب ؒ کی ہے اور دوسری حضرت سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی ؒ کی ہے۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ ؒ کا سلسلہ نسب شیخ جمال یمنی سے جا کر ملتا ہے۔ یہ موتیوں کا کاروبار کرتے تھے۔ کشتی پر سوار تھے۔ طوفان آیا۔ کشتی ٹوٹ گئی۔ شیخ جمال ایک تختہ پر تھے۔ وہ ساحل سے آن لگا۔ بھوپال کے ایک تاجر انہیں بھوپال لائے۔ یہاں وہ آباد ہوئے۔ پھر بھوپال سے شاہجہان پور آگئے۔ یہ مفتی کفایت اللہ کے مورث اعلیٰ بیان کئے جاتے ہیں۔ مفتی صاحب کے والد صاحب کا نام شیخ عنایت اللہ تھا۔ نہایت پرہیزگار

انسان تھے۔مفتی صاحب کے تین بھائی اور تھے۔ ایک قاری نعمت اللہ جو شاہجہان پور میں تدریس کرتے تھے۔ دوسرے بھائی سلامت اللہ جو شاہجہانپور میں تجارت کرتے تھے۔تیسرے بھائی قدرت اللہ یہ قصور میں آگئے تھے۔کانگریس کمیٹی کے صدر تھے۔آخری عمر میں فلور مل قصور میں لگائی تھی۔

مفتی صاحب ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے۔۵سال کی عمر میں حافظ برکت اللہ کے مکتب شاہجہان پور میں تعلیم کا آغاز کیا۔قرآن مجید اور فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم شاہجہانپور کے مدارس میں حاصل کی۔ آپ کے ایک استاذ مولانا عبدالحق خان جو مولانا لطف اللہ علی گڑھی کے شاگرد تھے۔وہ مفتی صاحب کی ذہانت کے باعث چاہتے تھے کہ آپ دارالعلوم دیوبند چلے جائیں۔لیکن کم سنی کے باعث آپ کے والد نہ مانے۔اس وقت مفتی صاحب کی عمر پندرہ سال تھی۔بالآخر قریب میں مراد آباد مدرسہ شاہی میں والد صاحب نے تعلیم کے لئے بھجوادیا۔مدرسہ شاہی میں داخلہ ہوگیا۔کھانا مدرسہ سے مل جاتا۔ باقی اخراجات کے لئے کپڑے کی ٹوپیاں سیتے۔ان پر کروشیا سے بیل بوٹے بناتے اور نئی ٹوپی دو روپیہ پر نکال دیتے۔اس سے گذر بسر ہو جاتی۔کسی پر بوجھ نہ بنتے۔اتنے ذہین تھے کہ سبق کے دوران ٹوپیوں کا کام بھی کرتے رہتے۔تب بھی پوری کلاس میں اعلیٰ نمبروں پر کامیاب ہوتے۔یہ ٹوپیاں آپ کی ہنرمندی میں کمال کی دلیل ہوتی تھیں۔ لوگ ہاتھوں ہاتھ خریدتے تھے۔مدرسہ شاہی میں آپ نے دو سال پڑھا۔۱۳۱۲ھ میں دارالعلوم دیوبند داخلہ لیا۔حضرت شیخ الہندؒ، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، مولانا عبدالعلیؒ میرٹھی ایسے نابغہ روزگار شخصیات سے آپ نے کسب فیض کیا۔ دارالعلوم دیوبند میں آپ نے تین سال پڑھا اور دورہ حدیث شریف مکمل کیا۔ ۱۳۱۵ھ میں بعمر ۲۲سال آپ نے دارالعلوم سے فراغت حاصل کی۔

آپ نے اپنے استاذ مولانا عبیدالحق خان کے نئے قائم کردہ مدرسہ عین العلم شاہجہان پور میں پڑھانا شروع کر دیا اور استاذ محترم کے اعتماد کے باعث اہتمام کی تقریباً تمام ذمہ داری بھی آپ پر تھی۔ تدریس کے ساتھ ساتھ افتاء کا کام بھی ساتھ تھا۔ یہاں عین العلم میں قیام کے دوران آپ نے ماہنامہ رسالہ ''البرہان'' شائع کرنا شروع کیا۔حضرت مفتی مہدی حسنؒ کے بڑے بھائی منشی سلطان حسن اس کے منیجر اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ اس کے ایڈیٹر تھے۔ یہ رسالہ صرف قادیانیت کی تردید کے لئے وقف تھا۔آج اگر اس کی فائل مل جائے تو مکمل شائع کر دیا جائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز ! آج ۱۷؍مارچ ۲۰۱۴ء کو مولانا شاہ عالم گورکھپوری سے استدعا کی ہے کہ وہ فائل تلاش کر کے بھجوائیں۔ ۱۳۱۵ھ کے فائل کی ۱۴۳۵ھ میں تلاش۔گویا ایک سو بیس سال بعد! ہے کوئی ہمارے ذوق دیوانگی کی انتہاء؟

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ

جب عین العلم میں پڑھاتے تھے۔تب حضرت مولانا مفتی عزیزالرحمٰنؒ استاذ الفقہ والادب دیوبند، حضرت مفتی مہدی حسنؒ، مفتی دارالعلوم دیوبند وہاں عین العلم میں پڑھتے تھے۔حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ تدریس کے علاوہ تبلیغ و مناظرہ میں بھی مصروف رہے۔اس زمانہ میں عیسائیوں سے کئی مناظرے ہوئے۔ہر جگہ بعد از مناظرہ لوگوں کو یہ کہتے سنا جاتا کہ:''علماء نے اسلام کی لاج رکھ لی۔وہ دبلا پتلا سوکھا سا مولوی تو شیر کی طرح جب غراتا تھا تو پادری کو پسینہ آجاتا تھا'' یہ کمزور مولوی حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ تھے۔اسی زمانہ میں یہاں عیسائیوں کے ساتھ قادیانیوں نے بھی اسلام اور مسلمانوں کو نشانہ بنایا۔حضرت مفتی صاحب کی للکار و یلغار نے انہیں دم بخود کر دیا۔مدرسہ عین العلم شاہجہان پور میں تدریس کے دوران آپ کا پہلا عقد ہوا۔اس اہلیہ سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوئے جو بچپن میں ہی ذخیرہ آخرت ہوگئے۔بعد میں اہلیہ کا بھی وصال ہوگیا۔اس کے بعد دوسرا عقد کیا۔اس سے آپ کی وفات کے وقت دو لڑکے اور دو لڑکیاں حیات تھیں۔

(جاری ہے)

تحریک ریشمی رومال

شیخ الہند ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء میں انگریز کے خلاف عملی طور پر تحریک کا آغاز فرمایا جو بعد میں ''تحریک ریشمی رومال'' کے نام سے مشہور ہوئی۔شیخ الہندؒ کے حکم کے مطابق مولانا عبیداللہ سندھیؒ تحریک کے سلسلے میں شوال ۱۳۳۳ھ/اگست ۱۹۱۵ء کو کابل افغانستان پہنچے اور وہاں ''الجنود الربانیہ'' اور ''انجمن حکومت موقتہ ہند'' کے نام سے تحریک کا آغاز کیا۔اس کے بعد مولانا سندھیؒ نے ''جنود ربانیہ'' اور ''انجمن حکومت موقتہ ہند'' کی تفصیل ایک ریشمی رومال میں مورخہ ۸؍رمضان ۱۳۳۴ھ، ۹؍جولائی ۱۹۱۶ء کو لکھی پھر یہ ریشمی خط نومسلم عبدالحق کو دے کر ہدایت کی کہ یہ خط شیخ عبدالرحیم سندھیؒ کو دے دیا جائے اور وہ یہ خط حجاز مقدس میں قیام پذیر حضرت شیخ الہندؒ کو پہنچا دیں گے لیکن نومسلم عبدالحق نے یہ خط شیخ عبدالرحیم سندھی کو دینے کے بجائے اپنے ایک شناسا رب نواز کو دے دیا، یوں یہ خط انگریز کے ہاتھ پہنچ گیا، جس سے سارا راز فاش ہوگیا اور تحریک کا نام ''ریشمی رومال'' پڑ گیا۔

مرزا قادیانی کے معارف شیطانیہ!

قسط:۲

مولانا سیّد مرتضیٰ حسنؒ چاند پوری

مرزا صاحب نے ازالہ کے صفحہ ۱۱۹، ۱۲۰ پر تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع معراج جسمانی پر نقل کر کے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اختلاف نقل فرما کر اجماع کو جو اصول احکام میں بڑی زبردست دلیل ہے بے کار کرنا چاہا اور قرآن شریف کے معنی تو مرزا صاحب کے اختیار میں پہلے ہی سے تھے۔ احادیث اول تو متواتر و مشہور کم، پھر ان میں سے جس قدر انبار کو چاہیں خدا سے حکم پا کر ردی کی ٹوکری میں پھینکنا مرزا صاحب کا منصب اور قیاس تو پہلے ہی مفید قطع و یقین نہیں تو اب غور کرنے کا مقام ہے کہ اگر مرزا صاحب کے یہاں اسلام اور اصول اسلام بازیچۂ اطفال نہ ہوا تو اور کیا ہوا۔ یہ مرزا صاحب کا اصل کام ہے جس کے انجام دینے کے لئے تشریف لائے تھے، مگر یاد رہے کہ خدائی پولیس حافظان شریعت خادمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے جو فروش گندم نما منافقوں کو خوب پہچانتے ہیں جسے گمراہ ہونا ہے وہ گمراہ ہو کر ہی رہے گا، مگر علماء اسلام اپنے فرائض کو ضرور ادا فرمائیں گے۔ اس قصہ میں خیال فرمایئے کہ اول تو صدیقہ رضی اللہ عنہا کو معراج جسمانی کا مخالف کہا، پھر اگلے صفحہ ۱۲۱ پر فرماتے ہیں:

"اور مولوی صاحب کو معلوم ہوگا کہ برخلاف اجماع صحابہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے دونوں ٹکڑوں کی نسبت یہی رائے ظاہر فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسم کے ساتھ نہ بیت المقدس میں گئے، نہ آسمان پر بلکہ وہ ایک رویائے صالحہ تھی۔"

آسمان پر تشریف لے جانے کے لئے تو سد سکندری، کرۂ زمہریر اور زہریلی ہوائیں حائل تھیں، جن سے عبور کرنا محال تھا مگر مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کون سا کرۂ زمہریر اور زہریلی ہوائیں تھیں، جہاں سے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزرنا جدید اور قدیم فلسفہ کے نزدیک محال تھا۔ مرزا کا قلب نہیں چاہتا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی فضیلت ثابت کی جائے۔ اس وجہ سے پہلے تو معراج کو خود ہی ایک کشف لکھا تھا جو بیداری سے بھی اعلیٰ درجہ کا تھا وہ کیوں؟ اس لئے کہ اس میں خود صاحب تجربہ تھے اور یہاں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مذہب حالت کشفی سے بھی گرا کر اسے صرف خواب سے تعبیر کیا، اگر یہ قصہ خواب تھا تو پھر لیلاً فرمانے کی کیا ضرورت تھی۔ خواب تو مخصوص باللیل نہیں اور عبد کا اطلاق صرف روح پر اس جگہ کب مناسب ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جسمانی معراج سے خلاف کسی نے نقل کیا ہو وہ اس کی قلت تدبر یا رائے کی غلطی ہے، مگر مرزا صاحب نے تو معراج جسمانی کو قطعی یقینی مسئلہ قرار دے کر پھر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اجماع قطعی کا مخالف قرار دیا ہے۔ یہ ظلم مرزا صاحب کی قسمت میں تھا وہاں تولی کبرہ رأس المنافقین تھا اور یہاں مرزا صاحب کے سر پر یہ سہرا باندھا گیا۔

کیا کوئی مرزائی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ نقل ثابت کر سکتا ہے کہ ان کا مذہب یہ ہو کہ جسم خاکی آسمان پر جانا عقلاً و نقلاً قرآن و حدیث کی رو سے محال ہے۔ ان سے جو فقرہ منقول ہوا ہے اس کا صحیح مفہوم ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ وہ کسی منامی معراج کی نسبت ہے نہ اس اسراء اور معراج کی جس کا ذکر سبحان الذی میں ہے۔

وہ ذات پاک اور ہر نقصان سے پاک جل و علیٰ پاک ہے، اس امر سے کہ ایک خواب کے قصہ کو قرآن شریف میں اس اہتمام سے بیان فرمائے اور خواب سے فضیلت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمائے اور وہ مسجد اقصیٰ جس کو کفار مکہ حالت بیداری بارہا دیکھ چکے تھے اس کو خواب میں دیکھنا قرآن شریف میں بیان فرمائے۔

جہاں علماء نے قصۂ اسراء کو سبحان کے ساتھ شروع کرنے کی اور وجوہ بیان فرمائی ہیں، اگر یہ بھی ہو تو مستبعد نہیں واللہ اعلم بالصواب اور اگر معراج جسمانی کی صدیقہ رضی اللہ عنہا مخالف تھیں تو رؤیت میں خلاف کرنے کے کیا معنے تھے؟ کیا سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رؤیت منامی بھی جائز نہ رکھتی تھیں؟

چونکہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور فخر الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں سخت گستاخی کی ہے اور معراج جسمانی کو عقلاً و نقلاً محال کہا ہے، اس وجہ سے بھی خدائی غیرت جوش میں

آ گئی اور مرزا صاحب کو اس مقام پر انسباب الی الارض السفلیٰ نصیب کر کے تحت الثریٰ میں پہنچادیا اور مرزا صاحب نے ساری عمر میں جس ریت اور بالو کے خشک گھر کو بنایا تھا، وہ ایک ہی اپنی قہری آندھی کے جھونکے سے اڑا کر نیست و نابود کر کے مرزا صاحب کو کذاب و دجال ہونا ثابت فرما کر مرنے سے پہلے دنیا ہی میں ''خسر الدنیا والآخرۃ'' کا مزا چکھادیا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ مرزا صاحب کو جب مسیح موعود بننے کا شوق ہوا تو یہ فکر ہوئی کہ کسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کر کے جسم عنصری کا آسمان پر جانا محال ثابت کیا جائے۔ تو جب اصلی اور خدائی عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف نہ لاسکیں گے تو پھر نقلی بروزی ظلی مجازی یوروپین جدید مشین ہی کے بنے ہوئے عیسیٰ کو وہ جگہ مل جائے گی، اس بحث میں ازالہ اور تمام تصنیفات کے اوراق سیاہ کئے ہیں اور یہی مسئلہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کے یہاں بڑا مایہ ناز اور مابہ الفخر ہے، مگر یاد رہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شان وہ اعلیٰ ہے کہ آدم علیہ السلام سے مقابلہ کر کے اور ان کی عزت کو نہ مان کر ابلیس شیطان لعین بنا اور عیسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کر کے مرزا صاحب دجال اور ذلیل وخوار بنے اور ایسے چاروں شانہ چت گرے کہ ساری سیٹی پٹاخ بھول گئے اور جس قدر جھوٹ بولے تھے ان میں سے کوئی بھی یاد نہ رہا۔

مرزائیو! قرآن شریف مکمل ہے، اس کے جیسے الفاظ ونظم محفوظ ہیں، اس کے حکم بھی محفوظ ہیں، دیکھو قرآن سے مقابلہ کر کے آدمی یوں ذلیل ہوتا ہے جیسے مرزا صاحب اور مرزائی۔ غصہ میں مر بھی جاؤ اور چاہو کابل ہی چلے جاؤ، مگر خدا چاہے ناممکن ہے کہ میری بات کا جواب دے سکو۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ:

''عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر تشریف لے جانا اور نزول اجماعی مسئلہ نہیں یہ سلف پر اور صحابہ پر تہمت ہے، کس نے ان کے اظہار قلم بند کئے ہیں۔ دس ہزار سے زیادہ صحابہ میں سے کتنے شخص اس کے راوی ہیں اور پیشینگوئی سے اجماع کو کیا تعلق؟ اجماع کی بنا کشف کلی اور یقین پر ہوتی ہے اور پیشینگوئی کی شان ''یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا'' ہوتی ہے پیشینگوئی کے معنے تو خود نبی غلط سمجھ جاتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا ہے خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے (معاذ اللہ العظیم) پیشین گوئی کے سمجھنے میں غلطیاں ہوئیں۔''

گویا مرزا صاحب کے نزدیک پیشینگوئی کے معنی غلط سمجھنا سنت انبیاء ہے، یہ مضامین بھی ازالہ میں موجود ہیں، مگر مرزا صاحب اس معراج کے مقام پر عیسیٰ علیہ السلام کی عداوت اور منصب مسیح موعود کے حاصل کرنے کے شوق میں تحریر فرماتے ہیں اور ''الغریق یتشبث بالحشیش'' کا نظارہ دکھلاتے ہیں:

''پھر دیکھنا چاہئے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی معراج کا مسئلہ بالکل مسیح کے جسمانی طور پر آسمان پر چڑھنے اور آسمان سے اترنے کا ہم شکل ہے اور ایک ہم شکل مقدمہ کے بارہ میں بعض صحابہ جلیلہ کا ہماری رائے کے مطابق ظاہر کرنا درحقیقت ایک دوسرے پیرایہ میں ہماری رائے کی تائید ہے، یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی معراج کی نسبت انکار کرنا (لعنت اللہ علی الکاذبین) درحقیقت اور درپردہ مسیح کے جسمانی رفع ومعراج سے بھی انکار ہے۔ سو ہر ایک مومن کے لئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور عزت مسیح کی عظمت اور عزت سے برتر اور اولیٰ تر سمجھتا ہے طریق ادب یہی ہے کہ یہ اعتقاد رکھے کہ جو مرتبہ قرب اور کمال کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز نہیں وہ مسیح کے لئے بھی بوجہ اولیٰ جائز نہیں ہوگا۔'' (ازالہ ص:۱۴۰)

جب مرزا صاحب کے نزدیک حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا معراج جسمانی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی منکر ہیں اور چونکہ دونوں عروج ہم شکل ہیں، اس وجہ سے صدیقہ رضی اللہ عنہا نے درپردہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی سے بھی انکار کیا، اس بنا پر مرزا صاحب کو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ نو ہزار نو سو ننانوے سے زیادہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین چونکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی کے معتقد ہیں اور ان پر ان کا اجماع ہو گیا ہے، جس کی بنا کشف کلی اور یقین پر ہے تو درپردہ نہیں بلکہ علی الاعلان یہ دس ہزار سے زائد صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین اس پر بھی متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی بھی ہوا اور نزول جسمانی بھی ہوگا اور یہی مسئلہ خیر القرون کا مجمع علیہ ومتفق علیہ واجماعی ہے اور یہ ناممکن ہے کہ تمام صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی و نزول جسمانی کے معتقد ہوں اور کوئی تابعی یا تبع تابعی اس کا انکار فرمائے علیٰ ہذا القیاس پھر تمام ائمہ مجتہدین وائمہ مفسرین وجمیع فقہاء ومتکلمین اور تمام صوفیائے کرام و اولیائے عظام، اقطاب، ابدال اور جملہ مجددین ملت کا بھی اس پر اتفاق ہوگا اور ہے۔ مرزا صاحب کا کلام بھی ہم بتادیں گے، جیسے خدا کے فضل سے یہ بتادیا ہے تو اب بتاؤ کہ مرزا صاحب کی خانہ ویرانی ہوئی یا نہیں؟ یہ شیخ چلی کا گھر جو مرزا صاحب نے صدہا جھوٹ اور غلط باتیں بنا کر بنایا تھا، اس کا حاصل تو صرف اس قدر تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ان کا

رفع جسمانی محال ہے اور نزول فرع عروج کی ہے جب عروج ہی محال ہے تو نزول خود بخود محال ہوگا۔

بس پھر کیا تھا مرزا صاحب مسیح موعود بنے بنائے ہیں اور مسیح موعود کو نبی کہا گیا ہے لہٰذا وحی کی بارش بھی شروع ہوگئی، آہستہ آہستہ بروزی ظلی ظاہر ہوتے ہوتے حقیقی نبی صاحب شریعت بھی بن گئے۔ مرزا صاحب کے تمام کارخانہ کی بنیاد اسی مسیحیت پر ہے اور یہی وہ بات ہے جس کو تمام مرزائی تسلیم کرتے ہیں اور یہی وہ امر ہے جس کو ظہیر الدین اروپی کہتے ہیں کہ جب مسٹر محمد علی صاحب لاہوری نے مرزا صاحب کو مسیح موعود تسلیم کرلیا تو اب کس کس بات کی رہ گئی۔ مرزا صاحب کے مسیح موعود بننے میں صرف اس امر کی دیر تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت اور رفع جسمانی کا محال ہونا ثابت ہوجائے پھر اس کرسی پر کسی کی کیا مجال جو قدم رکھ لے، مگر دیکھا کہ انبیاء علیہم السلام کی عداوت اور احکام الٰہی کی مخالفت آخرت سے پہلے آدمیوں کو یوں رسوا و خوار کرتی ہے۔ فرمایئے تو اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عروج اور نزول جسمانی باجماع جمیع صحابہ مرزا صاحب کے اقرار سے ثابت ہوگیا، اب بھی چوں و چرا کی گنجائش ہے، اب مرزا صاحب کو کس کرسی پر بٹھایا جائے گا؟ اب تو ہمت کرکے کہہ دو کہ مرزا صاحب مسیح تو ضرور ہیں مگر المسیح الدجال المسیح الکذاب مگر غالباً آپ یہ فرمادیں گے:

اس کی طرف سے دل نہ پھرے گا کہ دوستو!
اب ہوچکا یہ جس کا طرف دار ہوچکا

تو بہت اچھا آپ کو اختیار ہے مگر اس قدر اور بتادو کہ جس اسلام کا دعویٰ کرتے ہو جس اسلام کو دنیا کے روبرو پیش کرتے ہو جس کی تبلیغ کا دعویٰ کرتے ہو جس کی اشاعت یورپ میں کرنے گئے ہو وہ بھی مرزائی دہرم مجموعہ خیالات متضادہ ہے یا کچھ اور ہے، اب اسلام کا نام بھی لے سکتے ہو، یہی مرزا صاحب نیا علم لے کر آئے ہیں، یہی تمام مذاہب باطلہ سے مقابلہ کریں گے جن کو اپنے دعوے اور دلیل کی بھی خبر نہیں جس دعوے کو تمام عمر ثابت کرنے کے لئے دین ایمان، حیاء و شرم سب کچھ صرف کردی اتنی بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں مگر حاصل یہ کہ آخر میں اس کو خود اپنے ہی اقرار سے خاک میں ملا دیا، اگر نہ سمجھے ہو تو پھر سمجھو، مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ معراج جسمانی پر تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جن کی تعداد دس ہزار سے زائد ہے اجماع ہے جس کی بنا یقین اور کشف کلی پر ہے اور یہ مسئلہ کوئی پیشینگوئی بھی نہیں جس پر ایمان اجمالی ہو اور صرف الفاظ ہی الفاظ ہوں اور معنی مرزا صاحب تیرہ سو برس کے بعد آن کر ڈالیں اور چونکہ یہ معراج جسمانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع و نزول جسمانی کے ہم شکل ہے تو جو حکم ایک مقدمہ کا ہے وہی دوسرے میں ہے تو جب یہاں اجماع ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع و نزول جسمانی پر بھی تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ثابت ہوگیا، یہ بات سمجھنے کے قابل ہے کہ اس اجماع صحابہ سے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی باہر نہیں رہ سکتیں، کیونکہ معراج جسمانی میں جس لفظ سے کسی نے ان کا خلاف سمجھا ہے وہ یہ لفظ ہے کہ جسم مبارک غائب نہیں ہوا، روحانی اسراء ہوئی انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ جسم عنصری کا آسمان پر جانا فلسفۂ جدیدہ اور قدیم محال کہتا ہے (نہ معلوم مرزا صاحب فلسفۂ جدیدہ اور قدیم کی حقانیت کی بنا پر اور کن کن مسائل اسلامیہ کو محال اور ممتنع کہیں گے، میرے نزدیک تو مرزا صاحب کے نزدیک اسلام ہی ایک غلط اور لغو اور باطل ہے اور ممتنع خیال ہے، چنانچہ اس کی تائید ابھی ہوئی جاتی ہے) اور نص قرآنی سے جسم خاکی کا آسمان پر جانا ممتنع ہے، ورنہ وہ اس استدلال کو بیان فرمائیں، اور ظاہر ہے کہ جو فقرہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہوا ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ معراج جسمانی نہیں ہوسکتی، چنانچہ پہلے بیان کرچکا ہوں تو پھر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا صدیقہ رضی اللہ عنہا پر اعتراض نہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا معراج جسمانی کی مخالف ہی نہ تھیں بلکہ وہ حال کسی معراج روحانی کا تھا۔

(جاری ہے)

قادیانی جماعت مرزا غلام احمد قادیانی کی نظر میں!

درندوں سے بدتر جماعت:

”بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھالینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے‘ مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ باتیں ہماری جماعت کے بعض لوگوں میں نہیں بلکہ بعض میں ایسی بے تہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اس کی چارپائی پر بیٹھا ہے تو وہ اس کو سختی سے اٹھانا چاہتا ہے اور اگر نہیں اٹھتا تو چارپائی کو الٹا کردیتا ہے اور اس کو نیچے گراتا ہے‘ پھر دوسرا بھی فرق نہیں کرتا اور وہ اس کو گندی گالیاں دیتا ہے اور تمام بخارات نکالتا ہے۔ یہ حالات ہیں جو اس مجمع میں مشاہدہ کرتا ہوں۔ تب دل کباب ہوتا اور جلتا ہے اور بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اگر درندوں میں رہوں تو ان بنی آدم سے اچھا ہے۔“

(مجموعہ اشتہارات ص:۲۲۱ تا ۲۲۳ ج:۲، روحانی خزائن ص۳۹۵ تا ۳۹۶ ج:۶)

روح افزا
رمضان مبارک
رحمت برکت جمع کرو...
اور کیا چاہیئے!
ہمدرد
Brands of the year Award
SGS
SGS
Pakistan Standards

شبِ قدر کے انوار و تجلیات

مفتی عبدالواحد، دارالعلوم ٹیکساز امریکا

''إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ'' ۝ (سورۃ القدر)

ترجمہ: ''بلاشبہ ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے، شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس رات میں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے ہر معاملہ لے کر حاضر ہوتے ہیں، یہ رات سراسر سلامتی ہے، وہ یعنی اس کی خیر و برکت صبح طلوع فجر تک رہتی ہے۔''

شب قدر اور نزول ملائکہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت میں منقول ہے کہ جس رات شب قدر ہوتی ہے حق تعالیٰ شانہ جبرئیل امین کو زمین پر اترنے کا حکم دیتے ہیں، چنانچہ وہ فرشتوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں، ان کے ساتھ ایک سبز رنگ کا جھنڈا ہوتا ہے، جس کو کعبہ کے اوپر لگا دیتے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سو بازو ہیں جن میں سے دو بازو کو صرف اسی رات میں کھولتے ہیں، جن کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتے ہیں، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں سے تقاضا کرتے ہیں کہ جو مسلمان آج کی رات میں کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو، اس کو سلام کریں، مصافحہ کریں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہیں، صبح تک یہی حالت رہتی ہے، جب صبح ہو جاتی ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آواز دیتے ہیں کہ اے فرشتوں کی جماعت اب کوچ کرو اور چلو، فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ایمان داروں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا معاملہ فرمایا؟ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ سب کو معاف فرما دیا، صحابہ کرامؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ چار شخص کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۱:... ایک شخص وہ ہے جو شراب کا عادی ہو۔

۲:... دوسرے وہ شخص ہے جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو۔

۳:... تیسرا وہ شخص ہے جو قطع رحمی کرنے والا ہو یعنی رشتہ داروں سے قطع تعلق کرتا ہو۔

۴:... چوتھا شخص وہ ہے جو کینہ رکھنے والا اور آپس میں قطع تعلق کرنے والا ہو۔

شب قدر اور اس کی علامات:

حدیث: حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے: ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷ اور ۲۹ رمضان کی آخری رات میں جو شخص ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کرے، اس کے سب پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس شب قدر کی علامات میں سے یہ علامت ہے کہ وہ رات کھلی ہوئی چمکدار ہوتی ہے، صاف شفاف، نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈی بلکہ معتدل، گویا کہ اس میں انوار کی کثرت سے چاند کھلا ہوا ہوتا ہے، اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کو نہیں مارے جاتے، نیز اس کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے بعد کی صبح کو آفتاب بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے، ایسا بالکل ہموار ٹکیہ کی طرح ہوتا ہے، جیسا کہ چودھویں رات کا چاند۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن کے آفتاب کے طلوع کے وقت شیطان کو اس کے ساتھ نکلنے سے روک دیا بخلاف اور دنوں کے کہ طلوع آفتاب کے وقت شیاطین کا اس جگہ ظہور ہوتا ہے۔ (بیہقی، ج:۳، ص:۳۱۱، سنن ابی داؤد، ج:۱، ص:۵۲۵، مشکوٰۃ المصابیح، ج:۱، ص:۱۸۱، ۱۸۲)

شب قدر کی دعا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب پوچھا کہ یارسول اللہ! شب قدر میں کیا دعا کروں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تعلیم فرمائی:

''اللّٰھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی۔''

☆☆......☆☆

عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت سے تعاون

شفاعت نبی اکرم ﷺ کا ذریعہ

ان تمام
صدقاتِ جاریہ میں
شرکت کے لئے زکوٰۃ،
صدقات، فطرہ، عطیات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

کو دیجئے

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوتِ اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سد باب
- عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
- دفاترِ ختمِ نبوت، دارالتصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختم نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

نوٹ

مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جاسکے۔

اپیل کنندگان

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی، امیر مرکزیہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، نائب امیر مرکزیہ

خواجہ عزیز احمد، نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری، مرکزی ناظم اعلیٰ

ترسیل زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت حضوری باغ روڈ ملتان
فون: 061-4583486, 061-4783486

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019

(انٹرنیشل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. **PK68ABPA0010010964680019**

AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT **0010010964710018**

(انٹرنیشل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. **PK45ABPA0010010964710018**

Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.